ابو محمد امام الدین

خاصانِ خدا کی نماز



خاصانِ خدا کی نماز

ابو محمد امام الدین

البدر پبلی کیشنز
۲۳ - راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ نام کتاب خاصانِ خدا کی نماز

☆ مصنف ابو محمد امام الدین

☆ اشاعت جون 2008ء

☆ ناشر عبدالحفیظ احمد

☆ مطبع افضال پرنٹرز' لاہور

☆ ہدیہ -/50 روپے

پیش لفظ

ہر چیز کی دو حالتیں ہوتی ہیں' ایک ظاہری اور دوسری باطنی' انسان بھی ظاہر و باطن کا مجموعہ ہے' جسم انسان کا ظاہر ہے اور روح اس کا باطن ہے حقیقت باطن اور روح کی ہے' بے روح کا جسم کسی کام کا نہیں ہوتا' لیکن جسم کی اہمیت بھی کم نہیں ہے۔ جسم ہی کے پیکر میں روح جلوہ گر ہوتی ہے اگر جسم نہ ہو تو روح کا عدم اور وجود برابر ہے۔ نماز بھی دونوں حالتیں رکھتی ہے ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ قیام اور قعود اور رکوع و سجود کا مجموعہ نماز کا ظاہر یا اس کا جسم ہے اور خشوع و خضوع اور حضور قلب اور توجہ الی اللہ نماز کا باطن یا اس کی روح ہے' نماز کے لیے بھی جسم اور روح دونوں ہی کی ضرورت ہے اگر نماز میں خشوع و خضوع اور توجہ الی اللہ نہ ہو تو نماز ایک جسم بے روح ہے' اللہ تعالیٰ نے جس نماز کو مسلمانوں کے لیے فلاح و سعادت کا ذریعہ قرار دیا ہے وہ نماز با خشوع ہے۔

ارشاد ہے:۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ○ سورہ مومنون (۲'۱:۲۳:۱۸)

بلاشبہ وہ مسلمان فلاح یاب ہیں جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ خشوع کیا ہے؟ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''خاشعون'' کی تفسیر ''ساکنون خائفون'' فرمائی ہے۔ پیکر سکون بن کر اور ہیبت و جلال الٰہی سے معمور ہو کر نماز پڑھنے والے۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ہم کسی ہیبت و جلال کے مقام پر کھڑے ہو جائیں تو ہمارے جسم و دماغ پر کیسی حالت طاری ہو جائے گی؟ ایسی ہی حالت کو خشوع کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خشوع کو روحِ نماز سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی حقیقت ان لفظوں میں بیان کی ہے:-

روح الصلوٰۃ ھی الحضور مع اللّٰہ والا ستشراف للجبروت وتذکرۃ جلال اللہ مع تعظیم ۔ الخ

نماز کی روح خدا کے سامنے حضوری اور جبروت و جلال کا ایسا تصور اور دھیان ہے جس میں تعظیم کے ساتھ محبت وطمانیت شامل ہو۔

خشوع کی حقیقت' دل کی یہی حالت ہے اور اس کی ظاہری علامت سکون وادب کے ساتھ کھڑا ہونا' سر بازو اور نگاہ کا جھکا ہوا ہونا اور آواز کو پست رکھنا ہے یعنی نماز کی ہر ادا سے خدا کے حضور بندے کے عجز و تذلل کا اظہار ہو۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت تاکید فرمائی ہے کہ نماز ادب وسکون کے ساتھ پڑھی جائے اور ہر رکن اطمینان کے ساتھ اچھی طرح ادا کیا

جائے۔ بے دلی اور عجلت کے ساتھ نماز پڑھنے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے اور ایسی نماز کو ناقابل قبول ہی نہیں موجب وبال بھی بتایا گیا ہے' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:-

فمن صلی الصلوٰۃ لوقتھا واسبغ لھا وضوءھا واتم لھا قیامھا وخشوعھا ورکوعھا وسجودھا خرجت وھی بیضاء مسفرۃ تقول حفظک اللّٰہ کما حفظتنی ومن صلاھا لغیر وقتھا ولم یسبغ لھا وضوءھا ولا اتم رکوعھا ولا سجودھا خرجت وھی سوداء مظلمۃ تقول ضیعک اللّٰہ کما ضیعتنی حتّٰی اذا کانت حیث شاء اللّٰہ لفت کلفیف الثوب الخلق ثم ضرب بھا وجھہ۔

(فضائل نماز بحوالہ طبرانی وغیرہ)

جس نے وقت پر نماز پڑھی اور اس کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور خشوع کے ساتھ اچھی طرح قیام رکوع اور سجدہ کیا تو وہ نماز روشن اور چمک دار ہو کر نکلتی ہے اور نمازی کو دُعا دیتی ہے کہ جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے اسی طرح اللہ تیری حفاظت کرے' اور جس شخص نے وقت ٹال کر نماز پڑھی اور نہ اس کے لیے اچھی طرح وضو کیا نہ خشوع وخضوع کے ساتھ اس کا رکوع اور سجدہ کیا تو وہ نماز کالی کلوٹی ہو کر نکلتی ہے اور نمازی کو بددُعا دیتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا خدا تجھے بھی ضائع کرے۔ پھر وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر

نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

مشہور باخدا بزرگ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوتے تو دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیتے۔ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا: ڈرتا ہوں کہ میری نماز میری منہ پر نہ ماردی جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اس کے بعد ایک شخص آیا' اس نے نماز پڑھی' آ کر سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ پھر نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ تین بار ایسا ہی ہوا اور آپؐ نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔اس کے بعد اس نے عرض کیا' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے مجھے اس سے بہتر اچھی نماز نہیں آتی۔لہٰذا مجھے سکھا دیجئے۔حضور نے فرمایا:

''جب تم نماز کیلئے اٹھو تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو' پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو جاؤ' پھر تکبیر کہو' پھر قرآن کا جو حصہ تمہیں آسان ہو وہ پڑھو۔پھر رکوع کرو اور تمہارا رکوع اطمینان کے ساتھ ہو۔پھر رکوع سے اُٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔پھر سجدے میں جاؤ اور تمہارا سجدہ پورے اطمینان سے ہو۔پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھو اور اس بیٹھنے میں بھی اطمینان ہو۔اس کے بعد دوسرا سجدہ کرو اور یہ سجدہ بھی اسی طرح اطمینان کے ساتھ ہو پھر اسی طرح اپنی نماز پوری کرو

(یعنی اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرو"۔)

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ.......

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھی اور ان کی ایک جماعت کے ساتھ آپ مسجد میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا اور لگا جلدی جلدی رکوع کرنے اور سجدے میں ٹھونگیں سی مارنے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دیکھ رہے تھے، آپؐ نے فرمایا: "تم اس شخص کو دیکھتے ہو، اگر یہ ایسی ہی نماز پڑھتا ہوا مر گیا تو دینِ محمدی پر نہیں مرے گا، یہ نماز میں ایسی ٹھونگیں مارتا ہے جیسے کوا خون میں جلدی جلدی چونچیں مارتا ہے۔

(کتاب الصلوٰۃ ابن قیم)

ایک اور حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بعض آدمی ساٹھ ساٹھ سال تک نماز پڑھتے ہیں اور فی الحقیقت ان کی ایک نماز بھی نہیں ہوتی۔ عرض کیا گیا کہ یہ کیسے؟ ارشاد فرمایا کہ وہ رکوع ٹھیک کرتے ہیں تو سجدہ پورا نہیں کرتے اور سجدہ پورا کرتے ہیں تو رکوع پورا نہیں کرتے"۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن قیم علیہ الرحمۃ نے اپنی اپنی کتاب کتاب الصلوٰۃ میں ان روایتوں کو نقل فرمایا ہے:۔

اس طرح نماز پڑھنے والے ہی کو خرابی نہیں ہے بلکہ جو شخص کسی کو اس طرح

نماز پڑھتے دیکھے اور منع نہ کرے وہ بھی گنہگار ہوگا' چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کو دیکھے کہ وہ اپنی نماز خراب کر رہا ہے اور اسے منع نہ کرے تو اس کے گناہ اور اس کے وبال میں وہ بھی شریک ہوگا۔

حضرت بلال بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تنہا ایسی نماز پڑھتا ہے اور اس کو کوئی دیکھتا نہیں تو اس کا گناہ اسی پر ہوگا اور اگر لوگ اسے دیکھتے ہیں اور وہ نماز کو خراب کرتا ہے اور رکوع و سجود اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو اس کا گناہ سب دیکھنے والوں پر ہوگا۔

ایک حدیث میں اچھی طرح رکوع اور سجدہ نہ کرنے والے کو "نماز کا چور" کہا گیا ہے اور ایسے شخص کو نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (کتاب الصلوٰۃ امام احمد)

البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایسے شخص کو مستحسن طریقے سے سمجھانا چاہیے تاکہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

خشوع ایمان و اسلام کی جان ہے' حدیثوں میں قیامت کے نزدیک جن چیزوں کو اٹھا لیے جانے کی خبر ہے ان میں خشوع بھی ہے' حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے خشوع اٹھا لیا جائے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ (فضائل نماز)

یہی بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے افسوس کہ آج ہم سب کا یہی حال ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے خشوع کے ساتھ

نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خشوع وخضوع حاصل کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر موقوف ہے اور چونکہ یہ ایک مومن کی احتیاج ہے' اس لیے اسے اس کی طلب کرنی چاہیے، اس کے لیے ایک مسلمان کے خود کرنے کے کام یہ ہیں:

۱- خدا' آخرت اور خدا کے سامنے حاضری کے عقیدہ وتصور کو برابر تازہ کرتا رہے۔اس کی طرف سے دِل ودماغ پر غفلت نہ طاری ہونے پائے۔

۲- جن آیتوں اور حدیثوں میں قیامت' خدا کے سامنے حاضری' اس روز کے حساب وکتاب اور جزا وسزا کا بیان ہے اور جن میں خدا کی خوشنودی کے حصول کا شوق اور اس کے قہر وعتاب کا خوف دلایا گیا ہے، ان کو مطالعہ میں رکھے۔

۳- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خاصانِ خدا کی نمازوں کے احوال وکوائف کا مطالعہ کرتا رہے۔

۴- جس وقت نماز کے لیے وضو کرے اسی وقت سے یہ تصور قائم کرلے کہ میں خدا کے حضور میں حاضری دینے جارہا ہوں اور جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو دل میں حاضری کا تصور موجود ہو اور جب خیال اِدھر اُدھر بھٹکے اسے پھر حضوری کی طرف متوجہ کیا جائے۔اس کی فکر رکھی جائے کہ دِل غافل نہ ہونے پائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا کہ نماز کا وقت ہوتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا' حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا' اس کا سبب کیا تھا؟ یہی خدا کے سامنے حاضری کا تصور' یہ تصور جتنا قوی ہوگا اتنا ہی خشوع ہوگا۔

۵- نماز میں جو چیزیں پڑھی جاتی ہیں' ان کے معنی سمجھے جائیں اور نماز میں ان کو دھیان میں رکھا جائے۔

نماز کیا ہے؟ خدا کے ساتھ سرگوشی اور اس کے حضور میں عرض اور التماس۔ پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مسلمان خدا سے جو عرض و التجا کرتے ہیں اسے سمجھنا ضروری خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ اس کے بغیر نماز ناقص رہ جاتی ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

لیس للعبد من صلوٰته الا ما عقل منها۔

بندے کا اپنی نماز میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس میں سے سمجھتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الصلوٰۃ واحکام تارکہا" میں روایت کے الفاظ اس طرح آئے ہیں:-

لیس لک من صلوتک الا ما عقلت منها۔

تیری نماز میں تیرا اتنا ہی حصہ ہے جتنا تو اس میں سے سمجھتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے اس کی تشریح اس طرح فرمائی ہے:-

"اگر نمازی نے نماز کے کسی ایک جز کو سمجھا تو اس کو اسی جز کے مطابق ثواب ملے گا' اگرچہ نماز کی فرضیت کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا"۔ (حقیقت نماز)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ سمجھ کر نماز پڑھنے کی کتنی اہمیت ہے اور نماز میں خشوع حاصل کرنے کے لیے تو یہ ازبس ضروری ہے۔

لوگ اسی ناسمجھی کی حالت میں زِندگی گزار دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر آدمی نماز کے مرتبے کو سمجھے تو چند ہفتوں میں نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں کے معنیٰ سیکھ سکتا ہے۔

٦- نماز کے مناسب حال حضوری کا تصور قائم کیا جائے' یعنی قیام کی حالت میں یہ تصور ہو کہ ہم خدا کے سامنے ایک کم تر بندۂ فرمان کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ سجدہ کی حالت میں یہ تصور ہو کہ ہم خدا کے عاجز اور ذلیل بندے ہیں اور اپنی پیشانی اور ناک اس کے سامنے زمین پر رگڑ رہے ہیں۔ قعدہ کی حالت میں یہ تصور ہو کہ ہم اس کی سرکار میں ایک بے حقیقت غلام کی طرح حاضر ہیں۔

حضرت اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خشوع وخضوع کے حصول کا ایک طریقہ یہ بتایا ہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانوں اور اس کی نعمتوں کو یاد کرو اور سوچو کہ اس نے اپنی نعمتوں سے تم کو کس

طرح نوازا اور تم نے اس کی نافرمانی کر کے آپ اپنے کو کس طرح ذلیل کیا۔ لہٰذا اس کے سامنے گڑگڑاؤ اور اپنی پستی اور ذلت کا اعتراف کرو۔

۷۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو ایک حقیر و ذلیل شخص کی طرح اپنے نفس کی مذمت کرتا ہوا کھڑا ہو کہ نفس اسی کا مستحق ہے۔ اور جب مجھ سے دُعا مانگ تو اس طرح کہ تیرے جسم پر لرزہ طاری ہو۔

یہی وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجی گئی تھی (کتاب الصلوٰۃ: اِمام احمد) یہی وہ نماز ہے جو اِنسان کو فحش اور نازیبا افعال سے پاک کر دیتی ہے اور خاصانِ خدا ایسی ہی نماز پڑھا کرتے تھے' غفلت اور بے توجہی سے پڑھی ہوئی نماز نہ خدا کی بارگاہِ قدس میں درجۂ قبول حاصل کر سکتی ہے اور نہ اسے وہ نتائج و برکات حاصل ہو سکتے ہیں جو نماز کا خاصہ ہے۔

خشوع کے حصول کا سب سے کامیاب طریقہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اور سب سے جامع و مانع طریقہ وہی ہے۔ حضورؐ کا اِرشاد مبارک ہے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک

(صحیحین)

تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے اپنے سامنے دیکھ رہا ہے اور

اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

بس یہی وہ تصور ہے جس کو نماز کے تمام ارکان وافعال میں قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جتنے درجے میں یہ تصور قائم کیا جائے گا اتنے ہی درجے خشوع پیدا ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیغمبرانہ تعلیم پر عمل کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء ومشائخ کی ایک بڑی جماعت خشوع کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اور ارشاد سے حصولِ خشوع کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ ہدایت فرمایئے۔ ارشاد ہوا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تمہاری نماز ایسی ہونی چاہیے کہ معلوم ہو کہ تم اس وقت مر رہے ہو اور دُنیا چھوڑ رہے ہو (مسند احمد) کتنا حکیمانہ ارشاد ہے۔

آئندہ اوراق میں خاصان خدا کی نماز کے ایسے ہی روح پرور واقعات جمع کیے گئے ہیں۔ اس کتاب سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ ایک بار اس کتاب کو دیکھ کر اس سے فراغت نہ حاصل کر لی جائے بلکہ اس کا بار بار مطالعہ کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ واولیاء کی نمازوں کے واقعات الگ الگ جمع کیے گئے ہیں اور مختلف ذیلی عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ جس وقت جس قسم کے واقعات کے مطالعہ کی طرف زیادہ رغبت پائی جائے۔ اس وقت اسی قسم کے واقعات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ کسی چیز کے

زیادہ مطالعہ سے بھی طبیعت سیر ہو جاتی ہے، ایسی حالت میں اس چیز کا کیف واثر کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب یہ کیفیت محسوس ہو تو کچھ دنوں کے لیے اس کا مطالعہ چھوڑ دینا چاہیے اور کچھ وقفہ کے بعد پھر مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مطالعہ سے پھر قلب میں تازگی اور روح میں زِندگی محسوس ہوگی۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

حالانکہ یہ قصے کبھی پارینہ ہونے والے نہیں، باغِ ایمانی کے سدا بہار پھول ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے گنہگار اور غافل مؤلف اور اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کو ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، جو اس کے حضور میں قبولیت کے لائق ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین۔

بندۂ کمترین
ابو محمد امام الدین

حضرت رسول اللہ ﷺ کی نماز

حدیثوں میں آیا ہے کہ اِسلام کے پانچ ارکان ہیں کلمۂ شہادت' نماز' زکوٰۃ' روزۂ رمضان اور حج' یعنی کلمہ شہادت کے فوراً بعد جو چیز فرض ہو جاتی ہے وہ نماز ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصبِ رسالت پر فائز ہوتے ہی نماز فرض ہو گئی' لیکن مخالفینِ اِسلام کا اتنا غلبہ تھا کہ تین برس تک اِسلام کی دعوت عام نہ ہوئی' پوشیدہ طور پر خاص خاص ملنے جلنے والوں کو جن سے گہرے تعلقات تھے دی جاتی رہی' اس لیے ابتداء میں دِن میں کوئی نماز فرض نہ ہوئی' صرف رات میں دیر تک نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔

سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتوں میں یہ حکم اس طرح ہے:

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ Oۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا Oۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا Oۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا Oؕ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا O اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا Oؕ اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا Oؕ وَاذْکُرِ اسْمَ

رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاًO ط (سورۂ مزمل ۲۹:۷۳ تا ۱ تا ۸)

اے کمل اوڑھ کر سونے والے! رات کو اُٹھ کر نماز پڑھا کرو مگر (یہ پوری رات ضروری نہیں) تھوڑا آرام بھی کرلیا کرو یعنی آدھی رات (قیام کیا کرو یا) اس میں بھی کم کردیا کرو، اور قرآن کو (نماز میں) خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، ہم عنقریب تم پر ایک بھاری بات کا بوجھ ڈالنے والے ہیں، رات کا اُٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور یہ وقت دُعا کے لیے بھی زیادہ مناسب ہے، دِن میں تم کو زیادہ مشغولیت رہتی ہے اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے بے تعلق ہو کر اسی کے ہو رہو۔

وہ بھاری بات جس کے بوجھ کا اوپر کی آیتوں میں ذکر ہے اِسلام کی دعوتِ عام کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔ جس کا بارِ عظیم حضورؐ پر ڈالا گیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اِسلام کی دعوت و اقامت دِین کی تیاری میں نماز کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس بڑے کام کی استعداد پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ داعی نماز کا اہتمام ملحوظ رکھے، نماز تعلق باللہ اور اس کی حضوری کے تصور میں سب سے زیادہ ممد و معاون ہوتی ہے اور دین کی جدوجہد کی راہ کا سب سے بڑا سامان یہی ہے۔ شب کی نماز کے بعد صبح و شام دو دو رکعتیں فرض ہوئیں۔

وَاذْکُرِاسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاًO وَ مِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْلَہٗ وَسَبِّحْہُ لَیْلاً طَوِیْلاًO (سورۂ دہر ۲۹:۷۶:۲۵:۲۶)

صبح و شام اپنے پروردگار کا نام یاد کیا کرو اور رات کے وقت دیر تک

اس کو سجدہ کیا کرو اور اس کی تسبیح کیا کرو۔

رات کو اُٹھ کر دیر تک نماز پڑھنے کا حکم ایک سال تک باقی رہا‘ اس کے بعد رات کی نماز فرض کی بجائے نفل ہو گئی‘ سورہ مزمل کے آخر میں ہے۔

اے رسول! تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات سے کم اور آدھی رات اور تہائی رات تک نماز پڑھا کرتے ہو اور لوگوں کی ایک جماعت بھی نماز میں تمہارے ساتھ ہوتی ہے‘ خدا ہی رات دِن کا اندازہ کرتا ہے‘ اس نے جان لیا کہ تم اس کو گن نہیں سکتے‘ اس لیے تم پر مہربانی کی اب تم سے جتنا ہو سکے نماز میں اتنا ہی قرآن پڑھا کرو۔

بعد میں اسی نماز کا نام تہجد پڑا۔ اوپر کے حکم کے آنے کے بعد یہ نماز نفل ہو گئی اور فجر‘ مغرب اور عشاء تین وقت کی نماز فرض ہوئی۔

نبوت کے بارہویں سال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج کا شرف حاصل ہوا۔ اسی معراج میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

لیکن رکعتیں اب بھی دو ہی رہیں‘ ہجرتِ مدینہ کے بعد جب کچھ اطمینان ہوا تو ظہر‘ عصر اور عشاء میں دو کے بجائے چار رکعتیں فرض ہوئیں۔

(خلاصہ سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۰)

تہجد کے نفل ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شب میں کثرت سے نماز پڑھا کرتے تھے اور لمبی لمبی قرأت کیا کرتے تھے۔ حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (شب میں) اس قدر نماز پڑھا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کے پاؤں ورم کر گئے تھے، کسی نے عرض کیا آپ اس قدر مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں، آپؐ کے گزشتہ اور آئندہ گناہ تو اللہ تعالیٰ بخش چکا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

ایک بار ایک شخص نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو بیان کیجیے! حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی کون سی بات عجیب نہ تھی؟ سب ہی باتیں عجیب تھیں، چنانچہ ایک شب کا واقعہ ہے کہ حضورؐ میرے پاس تشریف لائے اور لیٹ گئے پھر فرمایا مجھے چھوڑ دو، میں اپنے رب کی عبادت کروں، یہ فرما کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کیا، یہاں تک کہ آنسو بہہ کر سینہ مبارک تک آ گئے، پھر رکوع کیا اور رکوع میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر سجدے میں بھی گریہ جاری رہا۔ اس کے بعد سجدے سے سر اٹھایا تو اس وقت بھی روتے رہے، یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر فجر کی نماز کے لیے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ اس قدر روتے ہیں حالانکہ آپ معصوم ہیں۔ آپ (ﷺ) کے گزشتہ آئندہ سارے گناہوں کی (اگر وہ ہوں تو) اللہ تعالیٰ مغفرت کا وعدہ فرما چکا

ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری)

حضور ﷺ کی یہی ادائے بندگی تھی جو خدا کو اس قدر پسند تھی کہ اس نے حضور ﷺ کو اپنے پاک کلام میں جا بجا بندہ کے پیارے لقب سے یاد فرمایا ہے۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ حضور ﷺ نے مسواک کی' وضو فرمایا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضور ﷺ نے ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ پڑھ ڈالی۔ جہاں رحمت کی آیت آتی' ٹھہر جاتے اور دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے' سورہ کے آخر پر رکوع کیا اور اتنی دیر تک رکوع میں رہے جتنی دیر سورہ بقرہ کی قرأت میں لگی تھی اور رکوع میں سبحان ذی الجبروت والملکوت والعظمۃ پڑھتے تھے۔ رکوع کے بعد اتنے ہی طویل سجدے کیے۔ دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران پڑھی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پوری ایک سورہ پڑھتے رہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مجھ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا' حضور ﷺ نے سورۂ بقرہ شروع کی' میں نے سمجھا آپ سو آیتوں تک پڑھیں گے لیکن جب آپ اس کو پڑھ کر آگے بڑھے تو میں نے دل میں کہا شاید آپ پوری سورہ ایک ہی رکعت میں ختم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ جب آپ نے اس سورہ کو ختم کیا تو میں نے خیال کیا۔ اب آپ

رکوع کریں گے‘ لیکن آپ نے فوراً سورہ آل عمران شروع کر دی اور وہ بھی ختم ہو گئی تو سورۂ نساء شروع کر دی۔ حضورؐ بہت ٹھہر ٹھہر کر نہایت سکون واطمینان سے قرأت فرما رہے تھے اور ہر آیت کے مضمون کے مطابق درمیان درمیان میں تسبیح اور دعا کرتے جاتے تھے‘ اس کے بعد حضور ﷺ نے رکوع کیا‘ رکوع میں بھی قیام کے برابر توقف فرمایا: پھر کھڑے ہوئے اور اتنی ہی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا اور سجدے میں بھی اسی قدر دیر فرمائی۔ (صحیح مسلم ونسائی وغیرہ)

معلوم ہوتا ہے اس نماز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے کیونکہ اسی سے ملتا جلتا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔

حضرت ابوحذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ تہجد پڑھی‘ حضور ﷺ جب نماز میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے کہا اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ‘ اس کے بعد حضور ﷺ نے سورۂ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا۔ آپ کا رکوع تقریباً قیام کے برابر طویل تھا۔ آپ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم‘ سبحان ربی العظیم پڑھا‘ پھر رکوع سے سر اٹھایا۔ یہ قیام بھی تقریباً رکوع کے برابر تھا‘ اس میں آپ پڑھتے تھے ”لربی الحمد“ ”لربی الحمد“ پھر آپ نے سجدہ کیا‘ آپ کا سجدہ تقریباً قیام کے برابر ہی طویل تھا‘ آپ سجدے میں پڑھتے تھے۔ سبحان ربی الاعلیٰ‘ سبحان ربی الاعلیٰ‘ آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور دونوں سجدوں کے درمیان تقریباً سجدے کے برابر

بیٹھے اور یہ پڑھتے رہے۔ رب اغفرلی رب اغفرلی حضور ﷺ نے اس نماز میں سورۂ بقرہ، آلِ عمران، نساء اور مائدہ پڑھیں۔ یا مائدہ کی جگہ سورۂ انعام تھی۔

(شمائل ترمذی)

مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیانوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ عموماً اسی ذوق وشوق اور طولِ قرأت کے ساتھ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کی لذت کو حضور ﷺ کے سوا کون جان سکتا ہے؟

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے اتنی دیر تک قیام فرمایا کہ میرے دل میں برا ارادہ پیدا ہو گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ برا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا یہ کہ میں بیٹھ جاؤں اور آنحضرت ﷺ کو تنہا چھوڑ دوں۔ (شمائل ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپؐ اس میں بہت دیر تک سجدہ میں رہے یہاں تک کہ اس طویل سجدہ کی وجہ سے مجھے یہ گمان ہوا کہ آپ کا وصال ہو گیا، میں نے جب دیکھا تو میں اٹھی اور حضور ﷺ کے انگوٹھے کو ہلایا تو اس میں حرکت ہوئی اور میں لیٹ گئی۔ میں نے سنا آپ سجدے میں کہہ رہے تھے:-

اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من نقمتک واعوذ بک منک الیک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

خدایا میں تیری عقوبت سے بچنے کے لیے تیرے عفو کی پناہ پکڑتا ہوں اور تیرے غصے سے بچنے کیلئے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں اور تجھ سے بچنے کے لیے تجھی سے اور تیری ہی جانب پناہ پکڑتا ہوں۔ مجھ سے تیری حمد و ثنا کا حق ادا نہیں ہوسکتا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا بیان فرمائی ہے

جب آپؐ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو فرمایا کیوں عائشہ تم نے یہ گمان کیا کہ اللہ کے نبی نے تمہارے ساتھ غدر کیا؟

میں نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ میں نے آپ کے طویل سجدہ کی وجہ سے یہ گمان کیا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (بیہقی)

تہجد میں حضور اکرم ﷺ کی قرأت اتنی بلند ہوتی تھی کہ آواز دور دور تک جاتی اور لوگ اپنے بستروں پر پڑے حضور ﷺ کی قرأت سنتے کبھی کبھی ایسی آیت آجاتی کہ آپ اس کے کیف واثر میں محو ہو جاتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے نماز میں یہ آیت پڑھی:

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ○ (سورۃ المائدہ ۵:۷:۱۱۸)

اگر تو ان کو سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حضور ﷺ پر اس آیت کا ایسا اثر ہوا کہ صبح تک یہی آیت پڑھتے رہے۔

حضور ﷺ ارکانِ نماز کو خوب سکون واطمینان سے ادا کیا کرتے تھے نماز کے ارکان میں سب سے کم وقفہ رکوع کے بعد کے قیام میں ہوتا ہے لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ رکوع کے بعد اتنی دیر قیام کرتے کہ ہم لوگ سمجھتے کہ حضور ﷺ سجدے میں جانا بھول گئے۔ (سیرۃ النبی جلد دوم)

خشوع نماز کی روح ہے اور حضور ﷺ سے زیادہ خاشع کون ہو سکتا ہے؟ حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاں گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور فرطِ گریہ سے حضور ﷺ کے اندر سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے دیگ کے جوش کرنے کی آواز۔ (شمائل ترمذی)

حضرت مطرب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نماز میں ہیں اور آپ پر گریہ طاری ہے اور سینہ میں گریہ کی وجہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہانڈی جوش مارتی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک شب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے جو ان کی خالہ تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بستر کے عرض میں لیٹا اور حضرت رسول اللہ ﷺ اس کے طول میں لیٹے اور سو گئے۔ آدھی رات یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ دیر بعد آپ بیدار ہوئے اور چہرۂ مبارک پر ہاتھ مل کر نیند کے اثر کو زائل کیا۔ اس کے بعد آپ نے سورۂ

آلِ عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور لٹکی ہوئی مشک کے پاس گئے۔ اس سے خوب اچھی طرح وضو کر کے آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر میں بھی اٹھ بیٹھا اور وضو کر کے آپ کے بائیں پہلو پر کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور بائیں ہاتھ سے میرا دایاں کان پکڑ کر مجھے (بائیں جانب سے دائیں جانب) پھیر لیا۔ پھر آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر دو رکعت' پھر دو رکعت' پھر دو رکعت اور پھر دو رکعت (کل بارہ رکعتیں) پھر نماز وتر پڑھی۔ اس کے بعد آپ لیٹ گئے۔ اس کے بعد موذن نماز فجر کی اطلاع دینے آیا تو آپ نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں اور نماز فجر کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ (مسلم اور شمائل ترمذی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ شب میں کچھ دیر سوتے پھر اٹھ کر نماز پڑھتے' پھر سو جاتے' پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز میں مصروف ہو جاتے۔ غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔ (سیرۃ النبی جلد دوم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی کسی حالت میں تہجد کی نماز ترک نہیں فرمائی۔ جب کبھی بیمار یا کسلمند ہوتے تو بیٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ غزوۂ بدر میں سوائے رسول اللہ ﷺ کے رات میں ہر شخص سوتا رہا مگر حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے رات بھر نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ آپ نے صبح کر دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کبھی کبھی بیٹھ کر بھی نفل نماز پڑھتے تھے اور اسی حالت میں قرأت بھی فرماتے تھے۔ جب تیس چالیس آیتوں کے بقدر پڑھنا باقی رہتا تو کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر قرأت فرماتے پھر رکوع کرتے اور سجدہ کرتے۔ پھر اسی طرح دوسری رکعت بھی پڑھتے۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے اور پوری سورہ ترتیل سے پڑھتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ترتیل کی وجہ سے یہ سورہ لمبی سورتوں سے بھی لمبی ہو جاتی۔ (ترمذی)

نماز کے ساتھ حضور ﷺ کے ذوق وشوق کا یہ حال تھا کہ اگر کہیں سواری پر تشریف لے جاتے تو سواری پر ہی نفل نماز شروع کر دیتے۔ جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر نفل نماز سواری پر پڑھتے تھے' چاہے سواری قبلہ کی جانب ہوتی یا غیر قبلہ کی جانب ہاں جب فرض نماز پڑھنا ہوتی تو سواری سے اتر کر پڑھتے اور قبلہ کی طرف رخ فرمالیتے۔ (کنز العمال)

جو چیز نماز کی حضوری میں خلل ڈالنے والی ہوتی اسے آنحضرت ﷺ علیحدہ کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جس میں دونوں طرف حاشیے تھے۔ اتفاق سے حاشیہ پر نظر پڑی۔ نماز پڑھ کر ایک شخص سے فرمایا کہ اسے لے جا کر فلاں شخص (ابوجہم) کو دے آؤ اور ان سے انبجانی

(بغیر حاشیہ کے سادہ چادر) مانگ لاؤ۔ حاشیوں نے نماز کی حضوری میں خلل ڈال دیا۔

ایک بار دروازے پر نقش و نگار بنا ہوا پردہ پڑا ہوا تھا' نماز میں اس پر نگاہ پڑ گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ اسے ہٹا دو۔ اس کے نقش و نگار حضوریٔ قلب میں خلل انداز ہوئے۔ (سیرت النبی جلد دوم)

حضرت عقبہ بن حارث نوفلی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے مدینے میں عصر کی نماز پڑھی۔ حضور ﷺ سلام پھیرتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بیویوں کے حجروں میں سے کسی حجرے میں تشریف لے گئے۔ لوگ خلاف معمول حضور ﷺ کی اس عجلت کو دیکھ کر تشویش میں پڑ گئے۔ آپؐ پھر حجرے سے نکل کر ان کے سامنے تشریف لے گئے۔ آپ کو محسوس ہوا کہ لوگ آپ کی عجلت پر متعجب ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ نماز کی حالت میں مجھے سونے کی ایک اینٹ یاد آ گئی' مجھے یہ ناگوار معلوم ہوا کہ وہ مجھ کو اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے روک دے اس لیے میں نے اس کی تقسیم کا حکم دیا۔ (بخاری)

گویا حضور ﷺ کو نماز اور اس کا خشوع اتنا محبوب تھا کہ اس میں خلل انداز ہونے والی کوئی شے گوارا نہ تھی۔



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز

خشوع وخضوع

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فیضانِ رسالت سے براہِ راست فیض یاب تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے دین کے احکام واوامر کی تعلیم وتربیت پائی تھی اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ نماز کی حقیقت واہمیت کیا ہے اور نماز کے لیے خشوع وخضوع اور حضورِ قلب کس قدر ضروری ہے؟ ان چیزوں کا مشاہدہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کے عمل میں کیا تھا' اس لیے صحابہ کرام کی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز کا پرتو اور عکس تھی۔

کس کیفیت کو خشوع وخضوع کہتے ہیں اور اس کی عملی صورت کیا ہوتی ہے۔ اس کو صحابہ کرام اور خاصانِ خدا کی نماز اور عبادت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات بھر جاگ کر بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے' جب صبح ہوتی تو اپنے گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. (سورۂ طٰہٰ ۲۰:۱۶:۱۳۲)

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔

آپ نماز میں ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر یا خدا کی عظمت وجلالت کا بیان ہوتا اور ان چیزوں سے آپ اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت عبداللہ بن شداد بیان کرتے ہیں کہ میں پچھلی صف میں ہوتا تھا پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ آیت: اِنَّمَا اَشْکُوْبَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ: (میں اپنی مصیبت اور اپنے رنج کا دکھڑا اللہ ہی کے آگے روتا ہوں) پڑھتے اور اس زور سے روتے کہ میں ان کے رونے کی آواز سنتا۔

نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری کا واقعہ کچھ شاذ نہ تھا۔ اکثر ان پر یہ حالت طاری ہوجایا کرتی تھی۔ چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے:۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ O مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۔ (سورہ طور: ۵۲:۲۷:۸۷)

(بلاشک وشبہ تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں) تو اس قدر روئے کہ روتے روتے آنکھیں ورم کر آئیں۔

ایک نماز میں آپ نے یہ آیت پڑھی۔

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَکَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِکَ ثُبُوْرًا O

(سورہ الفرقان: ۱۸: ۲۵: ۱۳)

جب گناہگار لوگ زنجیروں میں جکڑے ہوئے دوزخ کی ایک تنگ جگہ میں ڈال دیے جائیں گے تو موت موت پکاریں گے۔

یہ آیت پڑھ کر آپ پر ایسا خوف وخشوع طاری ہوا اور آپ کی حالت اتنی غیر ہوئی کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ آپ پر اس طرح کی آیتوں کا ایسا ہی اثر ہوا کرتا ہے تو سمجھتے کہ آپ واصل بحق ہو گئے۔

ایک بار فجر کی نماز میں سورۂ یوسف شروع کی' جب اس آیت پر پہنچے

وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ" (سورۂ یوسف:۱۳:۱۲:۸۴)

یوسف کی جدائی میں یعقوب کی آنکھیں روتے روتے سفید پڑ گئیں اور وہ جی ہی جی میں گھٹنے لگے۔

تو زار زار رونے لگے۔ یہاں تک کہ قرأت جاری رکھنا دشوار ہو گیا۔ مجبور ہو کر رکوع میں چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن صائب کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عشا کی نماز میں کسی وجہ سے دیر ہو گئی۔ اس لیے میں نے نماز شروع کی۔ آپ بعد میں آئے اور نماز میں شریک ہو گئے۔ میں سورۂ ذاریات پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی۔

وَفِي السَّمَآءِ رِزۡقُكُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ. (سورۂ ذاریات:۲۶:۵۱:۲۲)

(تمہارا رزق آسمان میں ہے اور تم سے اس کا وعدہ کیا گیا ہے)

آپ کی زبان سے بے اختیار "انا اشھد" (میں اس پر گواہی دیتا ہوں) نکل گیا اور آواز اتنی اونچی تھی کہ مسجد گونج گئی۔ (کنز العمال)

صائب بن یزید اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ قحط کا زمانہ تھا۔ میں نے آدھی رات کو دیکھا۔ حضرت عمرؓ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور دعا میں بار بار کہہ رہے تھے۔ اے اللہ ہم لوگوں کو قحط سے ہلاک نہ کر اس بلا کو ہم سے دور کر دے۔ (کنز العمال)

بہز بن حکیم کی روایت ہے کہ زرارہ بن اوفی بصرہ کے قاضی تھے اور بنی قشیر کی مسجد میں امام کی خدمت انجام دیتے تھے۔ ایک دن صبح کی نماز میں آیت

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ

(سورۂ مدثر: ۲۹: ۴۷: ۹۸)

جس دن صور پھونکا جائے گا وہ دن بہت سخت ہوگا۔

پڑھی تو دہشت کی وجہ سے روح پرواز کر گئی اور وہ بے جان ہو کر گر پڑے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ لوگ سمجھتے کہ وہ بھول گئے اور دو سجدوں کے درمیان بھی اتنی ہی دیر لگاتے کہ لوگوں کو یہی خیال گزرتا۔ (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھا کر دائیں جانب رخ کر کے بیٹھ گئے۔ آپ کے چہرے سے رنج و غم کا اثر ظاہر ہو رہا تھا۔ طلوع آفتاب تک آپ اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس کے

بعد بڑے تأثر کے ساتھ اپنا ہاتھ پلٹ کر فرمایا۔ خدا کی قسم میں نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو دیکھا ہے آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا' ان کی صبح اس حال میں ہوتی کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے' چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے' وہ ساری رات اللہ کے حضور سجدے میں پڑے ہوتے' کھڑے کھڑے قرآن مجید پڑھتے ہوتے' کھڑے کھڑے تھک جاتے تو کبھی ایک پاؤں پر سہارا دے لیتے اور کبھی دوسرے پاؤں پر' وہ خدا کا ذکر کرتے تو (کیف واثر سے) اس طرح جھومتے جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتے ہیں اور خدا کے خوف سے ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ ایک اب کے لوگ ہیں کہ غفلت میں رات گزار دیتے ہیں۔

(احیاء العلوم)

نماز کا وقت آتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ ایک بار ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ یہ اس بار کے اٹھانے کا وقت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور پہاڑ پر پیش کیا تو ان سب نے اس بار کے اٹھانے سے ڈر کر انکار کر دیا۔ (احیاء العلوم)

حضرت امام حسن علیہ السلام وضو کرتے تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا' کسی نے پوچھا ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک بڑے جبار بادشاہ کی پیشی میں کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ پھر وضو کر کے مسجد میں تشریف

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نماز کے ساتھ خاص شغف تھا۔ آپ حضرت رسول اللہ ﷺ کی آغوش مبارک میں پلے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ وہ عبادت الٰہی کا مجسمہ تھیں' آپ میں ان مقدس ہستیوں کا جتنا بھی اثر ہوتا کم تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رات دن میں ایک ایک ہزار نوافل پڑھ ڈالتے تھے۔ عرب میں اولاد کی کثرت فخر کی چیز سمجھی جاتی تھی۔ اولاد کا کم ہونا باعث عار خیال کیا جاتا تھا لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولادیں بہت کم تھیں' ایک مرتبہ کسی نے حضرت امام زین العابدین سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں اس پر تعجب کیوں ہے وہ رات دن میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے' انہیں عورتوں سے ملنے کا موقع کہاں تھا۔ (سیر الصحابہ)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بڑے مرتبہ کے صحابی تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت زبیر بن العوام حضرت رسول اللہ ﷺ کے حواری اور عشرۂ مبشرہ میں تھے۔ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خالہ تھیں اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت اسماء' جن کو آنحضرت ﷺ نے ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح آپ نے بھی یزید کی بیعت سے انکار کیا اور ایک معیاری اسلامی حکومت کے قیام کی

جدوجہد میں جانبازانہ لڑ کر شہید ہوئے۔

خدا کی عبادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا محبوب ترین مشغلہ تھی اور اس میں وہ بڑی بڑی مشقتیں برداشت کیا کرتے تھے۔ اس خشوع وخضوع اور استغراق ومحویت کے ساتھ نماز پڑھتے کہ قیام کی حالت میں بے جان ستون معلوم ہوتے۔ آپ کا رکوع اتنا طویل ہوتا کہ دوسرے لوگ پوری سورۂ بقرہ ختم کردیتے مگر ان کا رکوع ختم نہ ہوتا۔ یہی عالم سجدے کا تھا کہ طویل سجدہ کی وجہ سے ایسے بے حس وحرکت ہو جاتے کہ چڑیاں اڑ اڑ کر آپ کی پشت پر آ بیٹھتیں۔

نازک سے نازک حالت میں بھی آپ کی نماز ترک نہ ہوئی۔ حجاج کے محاصرے کے زمانے میں جب چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہو رہی تھی آپ حطیم میں نماز ادا کرتے پتھر آ آ کر پاس گرتے مگر آپ پر ان کا کوئی اثر نہ ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ایک رات قیام میں گزارتے تو دوسری رکوع میں اور تیسری رات سجدے میں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو خود بڑے پایہ کے بزرگ اور عبادت گزار صحابی تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی نماز کی نقل کرو۔

عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرامؓ میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ وہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش کی طرف سے گزرے تو نہایت حسرت سے مخاطب ہو کر کہا:

ابوخیبہ! خدا تمہاری مغفرت کرے تم بڑے روزہ دار، بڑے نمازی اور بڑے صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ (سیر الصحابہ)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک چڑیا ایک شاخ سے اڑی اور باہر نکلنے لگی لیکن باغ گھنا تھا چڑیا کو باہر جانے کا راستہ نہیں ملتا تھا، وہ راستے کی تلاش میں ادھر سے ادھر اڑتی رہی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی نظر چڑیا پر جا پڑی اور دیر تک خیال اسی کے ساتھ الجھا رہا، تنبہ ہوا تو یاد ہی نہیں رہا کہ کون سی رکعت ہے۔ آپ کو بڑا صدمہ ہوا کہ نماز کی حالت میں ایسی شدید غفلت۔ چونکہ باغ کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی اس لیے نماز پوری کر کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کر کے عرض کیا کہ باغ ہی کی وجہ سے نماز میں یہ غفلت ہوئی اس لیے میں باغ کو اللہ کی راہ میں نذر کرتا ہوں۔ آپ اس میں جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں۔ (موطا امام مالک)

اسی طرح کا ایک واقعہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت تھا، ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، کھجوروں کے پکنے کا زمانہ تھا، پھلوں کی کثرت سے شگوفے جھکے پڑتے تھے۔ باغ کے مالک کی نظر شگوفوں پر جا پڑی۔

دیکھنے میں بہت اچھے معلوم ہو رہے تھے۔ وہ دیر تک شگوفوں کو دیکھتے رہے' ان کو یاد ہی نہ رہا کہ نماز میں ہیں۔ نماز کا خیال آیا' تو یہ یاد نہ رہا کہ کون سی رکعت ہے۔ اس غفلت کا ایسا صدمہ ہوا کہ آپ نے یہ طے کرلیا کہ اب اس باغ کو اپنے پاس نہ رکھوں گا۔ اس کی خوشنمائی نے مجھے نماز سے غافل کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنا باغ فی سبیل اللہ پیش کرتا ہوں۔ آپ اسے جس طرح چاہیں کام میں لائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو پچاس ہزار درہم میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں پر خرچ کی۔ (موطا امام مالک)

ایک ہم ہیں کہ ہماری تمام ہی نمازیں غفلت اور بے حضوری کی حالت میں ادا ہوتی ہیں اور ہمیں اپنی غفلت اور بے حضوری پر تنبہ نہیں ہوتا اور ایک وہ نماز کے قدر شناس تھے کہ نماز میں اتنے سے خلل واقع ہو جانے کی بنا پر پچاس ہزار کے باغ کو اس طرح علیحدہ کر دیا جیسے اس کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی۔ حضرت ابوطلحہ کے باغ کی قیمت بھی کیا کچھ کم رہی ہوگی؟

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک رات تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو صرف ایک آیت کی تلاوت میں صبح کر دی اور اسی کو بار بار دہراتے رہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ رات رات بھر نماز اور وظائف میں مشغول رہتے تھے' حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہی کی

نسبت نازل ہوئی۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ

وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ط (سورۂ زمر: ۹:۳۹:۲۳)

کیا وہ شخص جو رات کو بندگی کرتا ہے سجدہ کرکے اور کھڑا ہوکر' آخرت سے خوف کھاتا ہے اور اپنے خدا کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے۔ (کہیں نافرمان بندوں کے برابر ہوسکتا ہے؟)

حضرت عمارؓ خشوع وخضوع اور توجہ الی اللہ کو نماز کی اصل روح سمجھتے تھے' ایک دفعہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو جلدی جلدی دوگانہ ادا کرکے بیٹھ رہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اس قدر عجلت کیوں کی' بولے اس وقت مجھے شیطان سے مسابقت کرنی پڑی۔ (مہاجرین)



نماز کا شوق واہتمام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرض نمازوں کو تو ان کے اہتمام کے ساتھ ادا کرتے ہی تھے، نمازِ تہجد بھی بڑے ذوق وشوق اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھا کرتے تھے مکہ معظمہ کے ابتدائی زمانۂ اسلام میں جب کفر وشرک کے غلبہ کی وجہ سے دن میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی، سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام بھی شریکِ نماز ہوتے تھے۔ چنانچہ اس سورہ کی آخری آیتوں میں خود اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ۔ (سورہ مزمل:۲۹:۷۳:۲۰)

اے پیغمبر تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم کبھی تقریباً دو تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات قیام کیا کرتے ہو اور ایک جماعت بھی تمہارے ساتھ ہوتی ہے جو اسی طرح نماز پڑھتی ہے۔

انیسویں پارے میں صحابہ کرام کی شب بیداری کی کیفیت ان لفظوں میں

بیان فرمائی گئی ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا. (سورۃ الفرقان:۱۹:۲۵:۶۴)

اور جو لوگ اپنے پروردگار کے حضور سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔

چھبیسویں پارے سورہ ذاریات میں ہے:

کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ○ (سورۃ ذاریات:۲۶:۵۱:۱۷،۱۸)

رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ (باقی حصہ عبادت میں گزارا کرتے تھے) اور اوقات سحر میں بخشش کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

اکیسویں پارے میں سورۃ الٓمٓ سجدہ میں صحابہ کرام کی شب بیداری کی اس طرح تصویر کھینچی گئی ہے۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔

(سورۃ سجدہ:۲۱:۳۲:۱۶)

ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور بہت کم سوتے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت محمد ﷺ کے صحابہ (رات کو اس مشقت کے ساتھ) نماز پڑھتے کہ ان کے پاؤں ورم کر جاتے تھے۔ (ابوداؤد)

صحابہ کرام کو نماز سے ایک طرح کا عشق تھا کہ وہ پر خطر حالات میں بھی نماز کو چھوڑنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ اسلام کا ابتدائی زمانہ ہر طرح کے خطرات سے معمور تھا اور قریش بے دریغ مسلمانوں کو اذیتیں اور تکلیفیں پہنچا رہے تھے۔ اس زمانہ میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سوز و گداز کے ساتھ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے کہ قریش کے بیوی بچے متاثر ہو کر آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور قریش کو اندیشہ ہوتا کہ کہیں ان کے متعلقین اپنے دین سے منحرف نہ ہو جائیں اس لیے آپ کو نماز پڑھنے سے روکتے اور اذیت پہنچاتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی نماز اور تلاوت اس درجہ عزیز تھی کہ آپ نے قریش کے مظالم سے تنگ آ کر مکہ سے حبش کو ہجرت کر جانا گوارا فرمایا مگر آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ نماز اور تلاوت ترک کر دیں۔ آپ حضرت رسول ﷺ سے اجازت لے کر حبشہ جا رہے تھے کہ راستہ میں قارہ کے رئیس ابنِ دغنہ سے ملاقات ہوگئی۔ وہ آپ کو مکہ واپس لایا اور آپ کے فضائل بیان کر کے قریش کو ملامت کی کہ تم نے ایسے شریف اور نیک دل انسان کو ترکِ وطن پر مجبور کر دیا' اس کے ساتھ ہی ابن دغنہ نے اعلان کر دیا کہ ابوبکر میری امان میں ہیں۔ قریش

نے اس شرط پر امان قبول کرلی کہ حضرت ابوبکر کھلے طور پر نماز اور قرآن نہ پڑھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دروازے پر ایک مسجد بنالی۔ اس میں نماز اور قرآن پڑھنے لگے۔ اب پھر وہی حال تھا کہ آپ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے تو قریش کے بیوی بچے فرطِ اثر سے کھنچ کر آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ قریش نے ابن دغنہ سے شکایت کی کہ ابوبکر نے اپنے دروازے پر مسجد بنالی ہے۔ اس میں بلند آواز سے نماز اور قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں اپنے متعلقین کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے یا تو ابوبکر شرائط کی پابندی کریں یا پھر تم ان کی ذمہ داری سے علیحدہ ہو جاؤ۔

ابنِ دغنہ نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا تو آپ نے جواب دیا تم میری حفاظت کی ذمہ داری سے بری ہو۔ میں اللہ کی حفاظت میں راضی اور خوش ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نماز کے ساتھ یہ ذوق و شغف تمام عمر قائم رہا۔ اکثر دن کو روزہ رکھتے اور راتیں نماز میں گزارتے۔ خشوع و خضوع کا یہ حال تھا کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حس و حرکت نظر آتے' روتے اتنے کہ ہچکی بندھ جاتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو تیس چالیس آدمی مسلمان ہو چکے

تھے تاہم مسلمانوں کی مظلومیت کا یہ حال تھا کہ وہ پوشیدہ طور پر نماز ادا کرلیا کرتے تھے۔ کعبہ میں جا کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے جذبۂ ایمانی نے گوارا نہ کیا کہ کفار تو علانیہ کعبہ میں پوجا پاٹ کریں اور مسلمان پوشیدہ طور پر نماز پڑھیں۔ وہ صحابہ کی ایک جماعت لے کر نماز پڑھنے کے لیے نکلے۔ کفار نے شدید مزاحمت کی لیکن آپ ان سے مقابلہ کرتے ہوئے کعبہ میں پہنچ گئے اور صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے کے صلے میں سرکارِ رسالت سے ''فاروق'' کا لقب عطا ہوا۔

ہجرت کا موقعہ بھی انتہائی نازک تھا۔ مسلمان ایک ایک کرکے خفیہ طور پر ہجرت کر رہے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلح ہو کر قریش کے درمیان سے گزرتے ہوئے حرم میں گئے اور طواف کرکے نماز پڑھی' اس کے بعد اس اعلان کے ساتھ ہجرت کی کہ یہ نہ کہنا کہ عمر چپکے سے بھاگ لیا' جسے اپنی بیوی کو بیوہ اور اپنی اولاد کو یتیم بنانا ہو وہ مکہ سے نکل کر مقابلہ کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید نماز کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ آپ ایک روز معمول کے مطابق نمازِ فجر کے لیے گھر سے نکلے اور لوگوں کو جگاتے ہوئے مسجد میں پہنچے۔ صفیں درست کیں اور امامت کے لیے کھڑے ہوگئے۔ ابھی آپ تکبیرِ تحریمہ ہی کہنے پائے تھے کہ اچانک حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولولوء نے جو مسجد کی محراب میں چھپا ہوا تھا' آپ کے شکم مبارک پر پے در پے قرولی کے تین وار

کیے۔ آپ سنبھل نہ سکے' لڑکھڑائے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اتنا بڑا حادثہ گزر گیا' مسلمانوں کے امیر پر قاتلانہ حملہ ہوا لیکن نماز کے ان قدر شناسوں کا حال دیکھئے کہ نہ کسی قسم کا شور و ہنگامہ ہوا نہ خوف و ہراس پھیلا' نہ نماز کے نظم و سکون میں کوئی خلل واقع ہوا۔ ایک امام زخمی ہو کر گرا تو پیچھے سے دوسرے شخص نے آگے بڑھ کر اس کی جگہ سنبھال لی۔ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے' نماز جاری رہی۔ حملہ آور نے چاہا کہ نکل بھاگے لیکن بھاگ نہ سکا' ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح نمازیوں کی صفیں کھڑی تھیں۔ قاتل راستہ نکالنے کے لیے نمازیوں پر پے در پے وار کر رہا تھا اور ایک کے بعد دوسرا شخص زخمی ہو ہو کر گر رہا تھا' لیکن نماز ابھی بھی جاری تھی اور صفوں کا وہی سکون و وقار اب بھی قائم تھا' مجروحین کی تعداد تیرہ تھی' جن میں سے سات کی شہادت ہو گئی۔ مسجد قربان گاہ بن گئی مگر نماز اپنی شان کے ساتھ ختم ہوئی' حملہ آور گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے دیکھا کہ اب مفر کی کوئی صورت نہیں تو اس نے اپنے ہی خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

امیر المؤمنین کو اٹھا کر خلافت کدے میں پہنچا دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو آپ نے نحیف آواز میں پوچھا۔ مجھے کس نے مارا؟''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا: ''مغیرہ کے مجوسی غلام ابولؤلؤ نے۔ یہ سن کر آپ نے اونچی آواز سے ''اللہ اکبر'' کی آواز بلند کی' جو مکان کے باہر تک

سنائی دی۔ پھر فرمایا: اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے ایک کافر کے ہاتھ سے شہادت عطا فرمائی کسی مسلمان کا ہاتھ خون آلود نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ جس وقت مسجد سے اٹھا کر لائے گئے ہوش نہیں تھا، ہوش آیا تو پوچھا لوگوں نے نماز پڑھی! میں نے کہا ہاں! فرمایا: "لا اسلام لمن ترک الصلوۃ" جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں پھر آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔ (کنزالعمال)

دل جاتا ہے دل سے تری الفت نہیں جاتی

سر جاتا ہے سر سے ترا سودا نہیں جاتا

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ ﷺ شب میں مکان سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں پست آواز سے قرأت کر رہے ہیں، آگے بڑھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرأت کر رہے تھے۔

دونوں حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر، نماز میں تمہاری آواز پست تھی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری آواز بہت بلند تھی۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں سونے والوں کو بیدار کرتا اور شیطان کو بھگا دیتا ہوں۔ (ترمذی)

رمضان میں نمازِ تراویح بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے ذوق وشوق کے

ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پہلے تراویح کی نماز انفرادی طور پر پڑھی جاتی تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اسے جماعت کی شکل دے دی۔ امام ایک ایک رکعت میں سو سو آیتیں پڑھتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے کھڑے اس قدر تھک جاتے کہ لکڑی کے سہارے کی ضرورت ہوتی۔ لوگ سحر کے وقت نماز سے فارغ ہوتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راتوں کی نمازیں بڑی ذوق و کیف کی ہوتی تھیں۔ ایک صحابی نے رات کی نماز ایسی کھلی آواز سے پڑھی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی آواز سنی' صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس پر رحم فرمائے' اس نے ہمیں بہت سی آیتیں یاد دلا دیں جن کو میں بھول گیا تھا۔

(کتاب الہدیٰ بحوالہ بخاری باب نسیان القرآن)

ایک بار کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب میں نماز پڑھتے دیکھا تو شریک ہو گئے' صبح کو لوگوں سے ذکر کیا تو دوسری رات اور زیادہ لوگ جمع ہوئے' تین روز تک برابر یہی حالت رہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب گھر سے باہر نہیں نکلے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے مختلف طریقوں سے اپنے شوق کا اظہار کیا' کھانسے' کھنکارے' دروازے پر کنکریاں ماریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے میں فرمایا: تمہاری ان حرکتوں سے مجھے خیال ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب میں نماز پڑھنے کے لیے چٹائی گھیر کے حجرے کی

صورت پیدا کر لیتے تھے۔ صحابہ کرام کو خبر ہوئی تو وہ بھی شریک نماز ہونے لگے لیکن حضور ﷺ نے ان کو اس سے بھی روک دیا۔

امت پر حضور ﷺ کی کتنی شفقت تھی۔ حضور ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ امت پر فرائض کا اعتدال سے زیادہ بوجھ پڑ جائے۔ اسلام کی یہی خوبی ہے' خدا نے فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ (سورۃ الحج:۲۲:۱۷:۷۸)

دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ڈالی گئی

حضرت رسول اللہ ﷺ کو نمازِ عشا کے لیے مسجد میں آنے میں کبھی کبھی بہت دیر ہو جاتی لیکن صحابہ کرام کے ذوق و شوق میں فرق واقع نہ ہوتا۔ ایک دفعہ کسی مشغولیت کے باعث عشا کی نماز کے لیے حضور ﷺ کو مسجد میں آنے میں اتنی دیر ہو گئی کہ صحابہ کرام سو گئے' پھر بیدار ہوئے' اس کے بعد پھر نیند نے غلبہ کر لیا۔ حضور ﷺ جب نبوت کدہ سے باہر نکلے تو فرمایا: ''آج دنیا میں تمہارے سوا کوئی دوسرا نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے لیے لوگ حضرت رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک تہائی رات گئے حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اگر امت پر شاق نہ گزرتا تو میں عشا کی نماز اسی وقت پڑھا کرتا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگوں نے نمازِ عشا کے لیے آدھی رات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کدہ سے باہر نکلے تو فرمایا کہ اپنی جگہ بیٹھ جاؤ؛ ہم لوگ بیٹھ گئے تو فرمایا: ''اور لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے لیکن تمہارے انتظار کی گھڑیاں بھی نماز ہی میں داخل تھیں۔''

ایک دفعہ نمازِ عشاء کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلنے میں اتنی دیر ہوئی کہ صحابہ نے سمجھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر سو گئے' اب باہر تشریف نہ لائیں گے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں نے اس خیال کا اظہار کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ''نماز اسی وقت ادا کیا کرو' تم کو اسی لیے تمام امتوں پر فضیلت حاصل ہے کہ تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز سے خاص ذوق و شغف تھا اور آپؓ کثرت سے نمازیں پڑھا کرتے تھے' آپؓ کے غلام حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ کثرت سے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ صبح کے قریب مجھ سے پوچھتے کہ سپیدۂ صبح نمودار ہوا؟ اگر میں ہاں کہتا تو پھر طلوعِ سحر تک استغفار میں مشغول ہو جاتے اور اگر ''نہیں'' کہتا تو پھر نماز شروع کر دیتے' روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد نبوی سے دن چڑھے نکلتے' بازار کی ضروریات پوری کرتے پھر نماز پڑھ کر گھر جاتے۔ محمد بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

ابن عمر رضی اللہ عنہ شب میں چار چار پانچ پانچ مرتبہ اٹھتے اور نماز پڑھتے۔

آپ کی شب بیداری کی وجہ بھی سننے کے قابل ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکل گیا کہ عبداللہ کیا ہی اچھا آدمی ہوتا اگر وہ رات میں نمازیں پڑھا کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو ساری زندگی کے لیے یہ معمول بنالیا کہ رات کو بہت کم سوتے اور زیادہ تر وقت نماز میں گزارتے۔ قرآن مجید اتنی کثرت سے پڑھتے کہ اکثر ایک رات میں پورا قرآن ختم کرلیتے تھے۔ یہ تھے ارشاد نبوی ﷺ کے قدردان' آپ کو ایک ایک ارشادِ نبوی ﷺ سے عشق تھا۔ چنانچہ مستحبات نماز تک کا اتنا خیال رکھتے کہ ہمیشہ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے' مسجد بہت ہی آہستہ آہستہ جاتے تاکہ قدم کی زیادتی سے ثواب بھی زیادہ ملے۔ یہ سب کیوں؟ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کاموں کے فضائل سنے تھے۔ (سیر الصحابہ)

مال و دولت کی زیادتی لوگوں کو خدا کی یاد سے غافل بنا دیتی ہے لیکن صحابہ کرام کا حال ہی کچھ اور تھا۔ وہ تنگ حالی میں جس قدر خدا کو یاد کرتے' خوشحالی میں اس سے زیادہ خدا کی بندگی بجالاتے اور اس کی عنایت و مہربانی کا شکریہ ہر وقت ادا کرتے رہتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تمام انصار مدینہ میں مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز تھے اور انصار کے رؤسا میں آپ کا شمار ہوتا تھا' آپ نہایت خوشحالی اور فارغ البالی

کی زندگی بسر کرتے تھے۔

لیکن ایسی امیرانہ زندگی اور ایسی اونچی معاشرت کے باوجود خدا کی عبادت میں ذرہ برابر فرق نہ پڑتا۔

آپ کی عبادت وریاضت کا یہ حال تھا کہ فرائض سے فارغ ہو جاتے تو نوافل شروع کر دیتے اور اس میں اتنا طویل قیام کرتے کہ دونوں پیروں میں ورم آ جاتا۔ اکثر شدت ورم سے پاؤں پھٹ جاتے اور ان سے خون نکلنے لگتا۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان عبادت میں اتنی مشقت برداشت کرتے جس کی ہم میں سے کسی کو طاقت نہ تھی۔ نماز اس توجہ، دلجوئی اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے کہ دیکھنے والوں کو رشک آتا۔ حضرت ابوہریرہؓ جو خود بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ فرماتے ہیں کہ انس کی نماز سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوتی تھی۔

(سیر الانصار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شب بیداری کے لیے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ایک حصہ میں آپ خود نماز پڑھتے تھے، دوسرے حصے میں آپ کی بیوی نماز پڑھتی تھیں اور تیسرے حصے میں آپ کا غلام نماز پڑھتا تھا۔ باری باری سے ایک دوسرے کو جگاتے۔ (بخاری)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان کے مواخاتی بھائی تھے۔ ایک دن وہ ان کے یہاں مہمان ہوئے تو ان کی بیوی کو نہایت ابتر حالت میں میلے کچیلے لباس میں دیکھا تو پوچھا؛ یہ کیا حال ہے؟ جواب ملا کہ تمہارے بھائی ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ کھانے کے وقت حضرت سلمانؓ نے حضرت ابودرداءؓ سے کہا کہ کھاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں روزے سے ہوں' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں بھی نہیں کھاؤں گا' اس طرح ان کو کھلایا اور جب رات آئی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھنا چاہی' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی سو جاؤ۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پھر سو رہے۔ جب رات کا آخری حصہ آیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب اٹھو' پھر دونوں نے نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا' تم پر خدا کا حق بھی ہے اور تمہارے نفس اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔ ہر ایک کو اس کا حق ادا کرنا چاہیے' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس واقعہ کو بیان کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے درست کہا۔ (بخاری)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ رات بھر نماز میں مصروف رہتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کو بلوایا۔ وہ آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: عثمان! تم کو میری سنت سے اعراض ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بولے: خدا کی قسم! یارسول اللہ ایسی بات نہیں ہے' میں

آپ کی سنت کا طالب ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں سوتا بھی ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں' روزہ بھی رکھتا ہوں' افطار بھی کرتا ہوں' عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ عثمان! اللہ سے ڈرو تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے' تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے' اس لیے تم روزے بھی رکھو' افطار بھی کرو' نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو۔ (ابوداؤد)

حضرت کہمس الہلالی اپنے وطن میں ہی مشرف باسلام ہوئے اور مدینہ آ کر آنحضرت ﷺ کو اپنے اسلام کی اطلاع دی' پھر وطن لوٹ گئے۔ آپ کامل ایک سال تک جاگ کر عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے رہے' دوسرے سال پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شدت ریاضت کی وجہ سے آپ اتنے نحیف و نزار ہو گئے تھے کہ پہچانے نہ جاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ بار بار سر سے پاؤں تک دیکھتے رہے مگر پہچان نہ سکے تھے۔ آخر میں کہمس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! شاید آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ میں کون ہوں؟

حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! تم کون ہو؟

عرض کیا: کہمس الہلالی' گزشتہ سال حاضر ہوا تھا اب میں بالکل سوکھ گیا ہوں۔

حضور ﷺ نے پوچھا: ایسی حالت کیوں ہو گئی ہے؟

عرض کیا گزشتہ حاضری کے بعد سے برابر رات کو جاگتا اور دن کو روزہ رکھتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم اس قدر تکلیف اٹھانے کا کس نے حکم دیا تھا؟ مہینہ میں صرف ایک روزہ کافی ہے۔

عرض کیا: مجھ میں اس سے زیادہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''خیر تین سہی'' (ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نماز سے ایسی شیفتگی تھی کہ آپ شب میں سوتے نہ تھے۔ پوری رات نماز میں گزار دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ''مجھے خبر ملی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو۔'' انہوں نے عرض کیا: ''ہاں یارسول اللہ''

حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو کسی روز روزہ رکھو کسی روز چھوڑ دیا کرو۔ رات کو نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔ (بخاری)

غور کیجیے کہ ہم پر فرائض کی ادائیگی بھی شاق گزرتی ہے۔ ایک یہ خدا کے عبادت گزار بندے تھے جو عبادت و ریاضت میں اپنی جان کھپا دیتے تھے اور آنحضرت ﷺ کو روکنا پڑتا تھا۔ نماز کے متعلق صحابہ کرام کا یہ ذوق و شوق تھا کہ جب سواری سے اتر کر نوافل پڑھنے کا موقع نہ ہوتا تھا تو سواری ہی پر نماز پڑھتے ہوئے چلتے رہتے۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک ؓ سفر میں ساتھ تھے۔ انہوں نے سواری ہی پر بیٹھے بیٹھے نفل نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان میں نماز کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ مسجد نبوی میں قندیلوں سے چراغاں کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کا خاص اثر ہوا۔ آپ ؓ نے فرمایا: اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ انہوں نے ہماری مسجدوں کو نور سے بھر دیا۔" (کنز العمال)

صحابہ کرام میں ایسے حضرات بھی تھے جن کو نماز دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز تھی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کافروں نے دھوکے سے گرفتار کر لیا تھا اور ایک کافر نے قتل کرنے کے لیے خرید لیا تھا۔ قتل کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ اگر تمہاری کوئی خاص تمنا ہو تو کہو۔

انہوں نے کہا کہ ہاں ایک تمنا ہے۔ اگر تم پوری کر سکو اور وہ صرف یہ کہ چونکہ اللہ کے دربار کی حاضری قریب ہے اس لیے اگر تم مہلت دو تو دو رکعت نماز پڑھ لوں چنانچہ مہلت دی گئی اور انہوں نے بڑے اطمینان اور کامل خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ سمجھو گے کہ موت کے ڈر سے دیر کرنا چاہتا ہے تو ایسی ہی دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد آپ سولی پر لٹکا دیے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بچے تھے مگر ایک دفعہ تہجد کی نماز پڑھنے کے شوق میں اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں سوئے۔ آدھی رات کو جب آپ تہجد پڑھنے کے لیے اٹھے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو انہوں نے بھی وضو کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز میں شریک ہوئے۔ (سیر الصحابہ)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جو دعوت اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ اسلام لانے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر ہے اسی لیے "سادس الاسلام" کہلاتے تھے۔ آپ کو قبول اسلام کی وجہ سے ناقابلِ بیان اذیتیں دی گئیں مگر آپ نے جادۂ حق سے منہ نہ موڑا۔ آپ نماز سیکھنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں کبھی کبھی رات بھر آپ کے طریقۂ عبادت کو دیکھتے اور صبح کو اس کے متعلق استفسار کرتے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات نماز پڑھی' یہ پوری رات دیکھتے رہے اور صبح کو آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' رات کو آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ اس سے قبل کبھی نہ پڑھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بیم ورجا کی نماز تھی۔ میں نے بارگاہِ ایزدی میں تین چیزوں کی دعا کی تھی دو مقبول ہوئیں ایک نامقبول۔ ایک دعا یہ تھی کہ خدا مسلمانوں کو اس عذاب کے ذریعہ نہ ہلاک کرے جس سے گزشتہ امتیں ہلاک

ہوئیں اور میرے دشمنوں کو مجھ پر غلبہ نہ دے۔ یہ دونوں دعائیں تو مقبول ہو گئیں لیکن تیسری قبول نہیں ہوئی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی سابقون الاولون مسلمانوں میں تھے۔ معذوری کی حالت میں بھی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ سفر کے موقع پر غسل کی حاجت پیش آئی اور باوجود سعی و کوشش پانی دستیاب نہ ہوا' چونکہ جانتے تھے کہ مٹی پانی کا نعم البدل ہے اس لیے تمام جسم پر خاک مل کر نماز پڑھ لی۔

جب سفر سے واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو ارشاد ہوا: ''ایسی حالت میں صرف تیمم کافی ہے۔'' (مہاجرین)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوے سے واپس تشریف لا رہے تھے' شب کو ایک پہاڑی کے دامن میں قیام ہوا' اندیشہ تھا کہ پہاڑی کی طرف سے دشمن نقصان پہنچائیں گے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''آج حفاظت اور پہرے کا کام کون کرے گا؟'' حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما نے اپنی خدمتیں پیش کیں' پہاڑی کے جس مقام سے نقصان کا اندیشہ تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں دونوں صاحبوں کو قیام کا حکم دیا۔ دونوں حضرات وہاں گئے۔ حضرت عباد بن بشیر نے کہا' ہم رات کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں۔ ایک حصہ میں آپ جاگیں میں سوؤں' دوسرے حصہ میں میں جاگوں آپ سوئیں' دونوں کے جاگنے میں یہ خطرہ ہے کہ کسی وقت نیند کا

غلبہ ہو جائے اور ہم دونوں کی آنکھ لگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ محسوس ہو تو جاگنے والا سونے والے کو جگا لے۔

بات طے ہوگئی۔ حضرت عمار بن یاسرؓ سوئے اور حضرت عباد بن بشیرؓ پہرہ دینے لگے۔ یہ اللہ کے بندے بے کار وقت گزارنے والے نہ تھے۔ ان کے لیے یہ اپنے معبود سے راز و نیاز کا ایک بہترین موقع تھا۔ نماز کی نیت کر کے کھڑے ہو گئے۔ دشمن تاک میں تھا۔ اس نے دُور کھڑے ہو کر تیر چلایا جو حضرت عبادؓ کو لگا لیکن آپ بدستور نماز میں مشغول رہے۔ دشمن نے دوسرا اور تیسرا تیر چلایا اور یہ دونوں تیر بھی آپ کے بدن پر لگے۔ تیر چبھتے گئے اور آپ نکال کر پھینکتے گئے۔ پورے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کر لی تو اپنے رفیق کو جگایا' وہ اٹھے تو دشمن ایک کی جگہ دو کو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نہ معلوم اور کتنے ہوں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عباد رضی اللہ عنہ کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو بولے سبحان اللہ! تم نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ جگا دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے سورۂ کہف شروع کر رکھی تھی۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے رکوع کر دوں۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ شاید میں تیر کھاتے کھاتے مر جاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سپرد جو خدمت کی ہے وہ فوت ہو جائے تو میں مر جانا گوارا کرتا لیکن سورہ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔

یہ تھے نماز کے قدر شناس اور یہ تھا ان کا ذوقِ تلاوت!

موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز سے جو شغف تھا اور نماز میں ان کو جو لذت حاصل ہوتی تھی' اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ نماز میں بڑی بڑی سورتیں قرأت کیا کرتے تھے۔ موطأ میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں پوری سورۂ بقرہ پڑھ ڈالتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی دونوں رکعتوں میں کبھی پوری سورۂ یوسف' کبھی سورۂ نحل اور سورۂ حج پڑھتے تھے یا کبھی ایک رکعت میں سورۂ کہف اور دوسری میں سورۂ یونس پڑھا کرتے اور کبھی سورۂ ہود اور سورۂ بنی اسرائیل پڑھتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اکثر سورۂ یوسف پڑھتے تھے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو نماز اور روزوں کے ساتھ خاص انہماک تھا۔ نماز کے لیے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ کبھی اقامت کے وقت وضو کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ہر وقت نماز میں دل لگا رہتا تھا اور نہایت اشتیاق کے ساتھ وہ نماز کے وقت کا انتظار کرتے تھے۔

(استیعاب جلد دوم ص ۵۱۶)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔ عبادت اور ذکرِ الٰہی

میں آپ کو خاص انہماک تھا۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام رات نماز پڑھی۔ صبح کے وقت جب بلالؓ نے اذانِ فجر پکاری۔ اس وقت تک ان بزرگوں کی صرف دو رکعتیں ہوئی تھیں۔ (سیر الصحابہ)

حضرت محمد مشہور صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ یوں تو آپ تمام فضائل و اخلاق کا ایک مجسم پیکر تھے لیکن زہد و عبادت کا رنگ بہت غالب تھا۔ دوسرے صحابہ کے مقابلے میں بہت کمسن تھے لیکن ان کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے بڑے بڑے صحابہؓ ان سے برکت حاصل کرتے تھے اور ان کی دعائیں لیتے تھے' آپ ایسی عبادت و ریاضت کرتے تھے کہ آپ کا لقب ہی سجاد (سجدہ کرنے والا) پڑ گیا تھا۔ محمد پہلے شخص ہیں جو سجاد کے لقب سے ملقب ہوئے۔ جنگ جمل میں آپ شہید ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی لاش دیکھ کر ان کے دوسرے اوصاف بیان کرنے کے بعد فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم یہ حضرت سجاد ہیں حالانکہ خود حضرت علی کے ساتھیوں نے ان کو شہید کیا تھا۔

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی تھے مگر اسلام کی مخالفت میں پیش پیش رہ چکے تھے۔ فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے اسلام لائے' قبولِ اسلام کے بعد آپ اسلامی تعلیم کا ایک مجسم پیکر بن گئے۔ دن رات کا بڑا حصہ نماز میں گزرتا تھا۔ گرمیوں کے طولانی دنوں میں صبح سے نصف النہار تک نماز پڑھتے تھے۔ نصف النہار کے وقت رک جاتے اور ظہر کے وقت

سے لے کر پھر عصر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ اس عبادت و ریاضت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے ان کو نوجوانانِ جنت کے سردار کا لقب عطا فرمایا۔

(سیر الصحابہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا سارا گھر صبح سویرے بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا۔ خود صبح صادق سے طلوع آفتاب تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت ابو وائل کا بیان ہے کہ ایک دن ہم لوگ صبح کی نماز پڑھ کر عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔ اندر آنے کی اجازت ملی لیکن ہم لوگ تھوڑی دیر دروازے پر کھڑے رہے' اتنے میں لونڈی نے آکر کہا' آتے کیوں نہیں؟ ہم لوگ گھر میں گئے تو وہ بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے' کہا اجازت ملنے کے بعد اندر آنے سے تم لوگوں کو کس نے روکا تھا؟ ہم لوگوں نے کہا: کسی نے نہیں' خیال ہوا بعض اہل بیت سو رہے ہیں' کہا: ابن ام عبد کی اولاد پر تم نے غفلت کا گمان کیا! اس کے بعد پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ جب سمجھے کہ آفتاب نکل چکا ہے تو لونڈی سے کہا کہ دیکھو آفتاب طلوع ہوا' اس نے جا کر دیکھا تو ابھی طلوع نہ ہوا تھا' پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا' اس نے دیکھا تو طلوع ہو چکا تھا تو پھر یہ دعا پڑھی۔ ''اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو آج کے دن معاف کر

دیا۔" مہدی راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ بھی کہا تھا کہ "اور ہمارے گناہوں کے بدلے میں ہم کو ہلاک نہیں کیا۔"

آپ وقت پر نماز پڑھنے کے سخت پابند تھے۔ ایک مرتبہ ولید بن عقبہ والی کوفہ کو مسجد پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بغیر توقف نماز پڑھا دی۔ ولید نے برہم ہو کر کہلا بھیجا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کیا امیر المومنین کا کوئی حکم ہے یا آپ کی اپنی ایجاد۔ انہوں نے جواب دیا' نہ امیر المومنین کا حکم ہے اور نہ اپنی ایجاد' البتہ خدا کو یہ ناپسند ہے کہ تم اپنے مشاغل میں مصروف رہو اور لوگ نماز میں تمہارے منتظر رہیں۔

خشیت الٰہی اور خوف قیامت سے حضرت عبداللہؓ کا دل مضطرب رہتا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاتا۔ (طبقات)

صحابہ کرام کے ذوقِ نماز اور خشوع وتوجہ الی اللہ کے متعلق ایک واقعہ قابل مطالعہ ہے جسے مؤرخین نے لکھا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا۔ مجاہدین اسلام مصر میں سرگرم جہاد تھے۔ اسلامی لشکر قصر شمع سے تھوڑے فاصلے پر بمقام حجر الحصار خیمہ زن تھا۔ مسلمانوں کی رسد ختم ہو گئی تھی' حضرت یوقنا چار ہزار سواروں کو لے کر قصبہ جوف کی طرف رسد کی تلاش میں گئے تھے۔ مصریوں کا سپہ سالار مقوقس شاہ مصر کا بیٹا ارطولیس تھا۔ جاسوسوں کے ذریعہ اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی

چار ہزار فوج رسد کی تلاش میں کہیں دور چلی گئی ہے تو اس نے اسلامی کیمپ پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ اس کے مشیروں نے کہا کہ حملے کا اس سے بہتر موقع وہ ہوگا جب مسلمان نماز میں مصروف ہوں گے۔ اس لیے ارطولیس نے پروگرام بنالیا۔

دوسرے روز جمعہ تھا۔ ارطولیس نے اپنے چچازاد بھائی ماسیوس کو چار ہزار لشکر کے ساتھ نماز کی حالت میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے مقرر کر دیا۔ ماسیوس کوہِ مقطم کے پیچھے اس مقام پر اپنی فوج کے ساتھ چھپ گیا جو اب مسجدِ موسیٰ کہلاتا ہے۔ یہ مقام اسلامی لشکرگاہ سے صرف نصف میل کے فاصلے پر تھا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ مجاہدینِ اسلام کے سپہ سالارِ اعظم تھے۔ انہوں نے جمعہ کا خطبہ دیا' نماز کے لیے مصلے پر کھڑے ہوئے' مجاہدین نے ان کی اقتداء کی' جیسے ہی مسلمان سجدے میں گئے ماسیوس چار ہزار فوج لے کر ان پر ٹوٹ پڑا۔ صف شکن اسلامی مجاہدین کی صفیں خدا کے عبادت گزار بندوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ وہ اس وقت میدانِ جنگ میں نہ تھے اپنے خدا کے حضور قیام اور رکوع وجود میں مصروف تھے۔ ان پر بے پناہ تلواریں برس رہی تھیں' لیکن جیسے ان کو کچھ خبر ہی نہ تھی۔ گویا ان کے نزدیک کچھ ہو ہی نہیں رہا تھا ان کے خشوع اور توجہ الی اللہ میں نام کو بھی فرق واقع نہ ہوا۔ جن پر تلواروں نے اپنا کام کیا وہ خاک وخون میں غلطاں ہو گئے اور باقی کامل سکون ووقار کے ساتھ نماز

میں مشغول تھے۔ پچھلی تین صفیں خاک پر ڈھیر ہو چکی تھیں۔ اسی حالت میں حضرت یوقنا اپنی فوجیں لیے ہوئے واپس آ گئے' یہ منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ عمامہ سر سے اتار کر زمین پر پھینک دیا۔ مجاہدین کو پکارا۔ مسلمانو! آگے بڑھو اور اپنے بھائیوں کو بزدل درندوں سے بچاؤ جو نماز کی حالت میں نہتوں کو قتل کر رہے ہیں۔"

یہ پکار سنتے ہی حضرت یوقنا کی فوج نے مصریوں کو تلواروں کی دھار پر رکھ لیا' اتنے میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے سلام پھیرا' نماز ختم ہوتے ہی باقی مسلمانوں نے بھی تلوار سنبھال لی۔ اب دونوں طرف سے مصری مسلمانوں کے گھیرے میں تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چار ہزار مصریوں کی لاشیں خاک و خون میں تڑپنے لگیں۔ ماسیوس بھی جان سلامت نہ لے جا کر برسرِ میدان مارا گیا۔ جو مسلمان اپنے خدا کے حضور رکوع و سجود کی حالت میں شہید ہوئے ان کی تعداد ۲۳۶ تھی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند' ایں عاشقانِ پاک طینت را



اہتمامِ جماعت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی شدید تاکید فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام تاحدِ امکان جماعت ترک نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض ایسے حضرات بھی تھے جو مسجد تک جا نہیں سکتے تھے لیکن وہ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں جاتے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت تھی کہ اندھیرے اور بارش میں لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کریں لیکن صحابہ کرام کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتنا شوق تھا کہ وہ بارش اور سخت اندھیرے کی حالت میں بھی مسجد میں آتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو اسلام اور مسلمانوں کی ساری ذمہ داریاں آپ کے سر آپڑیں۔ آپ کی مصروفیت کی انتہا نہ تھی لیکن اس حالت میں بھی قیام نماز اور اہتمامِ جماعت کی طرف سے غافل نہ تھے۔ ایک بار آپؓ نے اپنے تمام والیان و امراء کے نام ذیل کا گشتی فرمان جاری کیا:

"یاد رکھو! تمہارے سب کاموں میں سب سے زیادہ اہتمام کے

قابل میرے نزدیک قیامِ نماز ہے کیونکہ جس نے نمازوں کی حفاظت کی اوران کو پابندی کے ساتھ وقت پر ادا کرتا رہا اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ دوسری چیزوں کو بھی بالکل ضائع کر دے گا۔ خبردار! ہر چیز کا سایہ جب ایک ہاتھ ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھ لیا کرو اور جب آفتاب غروب سے پہلے سوا دو فرسخ یا تین فرسخ اونچا رہ جائے اور زرد نہ ہوا ہو' عصر کی نماز ادا کیا کرو۔ اور جیسے ہی آفتاب غروب ہو' مغرب کی نماز پڑھ لیا کرو اور شفق کے غائب ہونے سے لے کر تہائی رات گزرنے تک عشاء پڑھو' یاد رکھو' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز سے پہلے سوئے' خدا کرے اس کی آنکھوں کو آرام نہ ملے اور صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھو جب تارے نظر آ رہے ہوں۔"

حضرت عمر ﷺ کا معمول تھا کہ علی الصبح گھر سے نکلتے۔ درہ ہاتھ میں ہوتا۔ گلی کوچے کے لوگوں کو درے سے جگاتے اور ان کو نماز با جماعت کے لیے مسجد جانے کی تاکید کرتے۔ اس بات کا خیال رکھتے کہ کون شخص شریکِ جماعت ہوا اور کون نہیں اور جسے مسجد میں نہ دیکھتے۔ اس کا حال دریافت فرماتے۔

حضرت سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ وہ ایک روز فرض کی

جماعت میں نظر نہ آئے۔ آپ کو ان کی خیریت دریافت کرنے کی فکر لگی رہی۔
کچھ دن چڑھے بازار تشریف لے گئے۔ راستے میں حضرت سلیمان بن ابی حثمہ
کا مکان پڑتا تھا' ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے ان کے دروازے پر جا کر
آواز دی۔ اندر سے ان کی بوڑھی ماں نکلیں اور عرض کیا کیسے تکلیف فرمائی؟
آپ نے فرمایا: آج فجر کی جماعت میں سلیمان نظر نہیں آئے' ان کی خیریت
دریافت کرنے آیا ہوں۔ ضعیفہ نے عرض کیا: امیر المؤمنین وہ آج رات بھر
جاگ کر عبادت کرتے رہے۔ انہوں نے سوچا' اگر وہ جماعت کا انتظار کرتے
رہے اور نیند آ گئی تو فجر کی نماز قضا ہو جائے گی۔ اس خیال سے وہ گھر ہی پر نماز
فجر ادا کر کے سو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر نہایت برہم ہوئے اور فرمایا' تم
لوگوں پر افسوس' خدا کی قسم میرے نزدیک فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنا تمام
رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ اگر انہیں یہ اندیشہ تھا کہ وہ شب
بیداری کریں گے تو نمازِ فجر با جماعت نہ پڑھ سکیں گے تو تم نے انہیں شب
بیداری سے روکا کیوں نہیں۔ تم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا
کہ جو شخص اذان کی آواز سن کر کسی صحیح عذر کے بغیر جماعت میں شریک نہ ہو' اس
کی نماز' نماز ہی نہیں۔ حضرت سلیمان کی ماں نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین! واقعی
بڑی کوتاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری معافی کی دعا کیجیے۔ ان شاء اللہ پھر کبھی
ایسا نہ ہوگا۔ (خلفائے راشدین)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت سے سخت مصروفتیں بھی نماز باجماعت سے روک نہیں سکتی تھیں۔ آج کل عموماً لوگ کاروبار کی مصروفیتوں میں جماعت کو کون کہے نماز ہی گنوا بیٹھتے ہیں لیکن صحابہ کرامؓ کے بارے میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''صحابہ کاروبار میں مصروف رہتے تھے لیکن فرض نمازوں کا باجماعت پڑھنا ترک نہیں کرتے تھے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ تمام لوگ دکانیں بند کر کے مسجد میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ.

(سورۂ نور: ۱۸: ۲۴: ۳۷)

یہ ایسے لوگ ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

صحابہ کرامؓ کے نزدیک نماز کے مقابلہ میں کاروبار کی تو خیر کیا حقیقت تھی۔ میدانِ جنگ میں بھی وہ نماز قضا کرنے والے نہ تھے۔ اگر ایسی حالت میں بھی ایسا اتفاق پیش آ جاتا تو ان کے غم و غصہ کی انتہا نہ رہتی تھی۔ غالباً واقعہ مکمل بیان میں کیا گیا اسے مکمل ہونا چاہیے۔

غزوۂ خندق میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے اور آفتاب ڈوبنے کے قریب آ گیا تو آپ کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہو رہا ہے اور میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! واللہ میں نے بھی نہیں پڑھی۔ پھر صحابہؓ نبیؐ کے ساتھ بطحان میں اترے۔ آپؐ نے اور صحابہؓ نے نماز کے لیے وضو کیا۔ پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ حضرت علیؓ نے یہی واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر بددعا کی کہ اے اللہ ان مشرکین کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہم کو نماز وسطٰی (یعنی نماز عصر) کی مہلت نہ دی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

صحابہ کرام جماعت کے ساتھ ساتھ اوقاتِ نماز کی بھی نہایت سختی سے پابندی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک پر خطر کام کے لیے ایک جگہ بھیجا۔ وہ ابھی منزل پر نہ پہنچے تھے کہ نمازِ عصر کا وقت ہو گیا' یہ سوچ کر کہ نماز میں دیر نہ ہو جائے انہوں نے نماز کی نیت باندھ لی اور اشاروں میں نماز پڑھتے ہوئے چلے۔

صحابہ کرام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کا کس درجہ

پاس ولحاظ رکھتے تھے' وقت کی پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا بھی ضروری تھا اور منزلِ مقصود پر پہنچنا بھی ضروری۔ دیکھیے انہوں نے کس طرح بیک وقت ان دونوں کاموں کوانجام دینے کی کوشش کی۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اندھے تھےان کا گھر مسجد سے بہت دور تھا' راستے میں جھاڑ جھنکار بھی بہت پڑتے تھے۔ان کے پاس کوئی راستہ بتانے والا بھی نہ تھا کہ جوان کو مسجد تک پہنچا دے۔ اتنی مجبوریوں کے ہوتے ہوئے حضرت ابن ام مکتوم مسجد نبوی میں آ کرنماز پڑھتے تھے۔ (سیر الصحابہ)

مدینے میں بنوسلمہ کے گھرانے کےلوگوں کا محلّہ مسجد سے بہت دورتھا اور ان لوگوں نے اس خیال سے کہ کہیں کسی وقت کی نماز چھوٹ نہ جائے اپنا دور کا محلّہ چھوڑ کر مسجد کے آس پاس آباد ہونا چاہا اور اس کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی۔ حضور ﷺ نے ان لوگوں کواس لیے روک دیا کہ ایک محلّہ اجاڑ ہوجاتا ہےاوران سے کہا کہ تم اسی محلّہ میں رہوتم کوتمہارے ہر قدم پر ثواب ملے گا جوتم مسجد کی طرف آؤ گے۔ (سیر الصحابہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو جب ان کے دشمنوں نے گھیر لیا اور چالیس دن تک گھیرے رکھا اور اس قدر سختی کی کہ کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں نہ جانے دیتے تھے یہاں تک کہ گھر سے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے بھی نہ نکلنے دیتے تھے' ایک دن حضرت عثمانؓ نے اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر کہا

لوگو! تم یہ جانتے ہو کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو یہ مسجد بہت تنگ تھی اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ "کون ہے جو اس زمین کو خرید کر اللہ کے نام پر مسجد میں شامل کر دے تو اس کو اس سے عمدہ جگہ جنت میں ملے گی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کے حکم کو میں ہی بجا لایا اور میں نے اس زمین کو خرید کر مسجد میں شامل کر دیا اور آج تم مجھے اس مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے؟

(خلفائے راشدین)



حضرات تابعینؒ اور ائمہؒ کی نماز

خشوع و خضوع

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو دربارِ رسالت سے غائبانہ طور پر خیرالتابعین کا خطاب عطا ہوا تھا۔ آپ اہلِ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ شب و روز نماز و عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ شب بیداری کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات پلک سے پلک نہ ملتی تھی۔ آپ نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ ایک شب قیام میں گزارتے' دوسری رکوع میں اور تیسری سجدے میں۔ اس طرح ایک شب ایک حالت کے لیے خاص تھی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ حضرت نماز کا یہ کیا طریقہ ہے؟ فرمایا ''میں چاہتا ہوں کہ نماز میں ایسے خشوع کے ساتھ سجدہ کروں کہ صبح ہو جائے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ رات کی طرح دن بھی عبادت و ریاضت میں گزر جاتا۔ حضرت ربیع بن خیثم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت اویس کی ملاقات کو گیا۔ وہ نمازِ فجر میں مشغول رہے۔ اس کے بعد بھی نماز کا سلسلہ جاری رہا' وہ ظہر کے بعد عصر تک اور عصر کے بعد مغرب تک

نماز وعبادت ہی میں مصروف رہے۔ میں نے سوچا کہ شاید مغرب کی نماز کے بعد وہ روزہ افطار کرنے کے لیے گھر جائیں لیکن وہ عشاء تک اور اس کے بعد فجر تک نماز ہی پڑھتے رہے۔ دوسرے روز نماز کے بعد نیند کا کچھ اثر ہوا لیکن پھر ہوشیار ہو گئے اور دعا مانگنے لگے کہ خدایا! میں سونے والی آنکھ اور سیر نہ ہونے والے شکم سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

میں نے یہ حال دیکھ کر دل میں کہا کہ میں نے جو کچھ دیکھا میرے لیے وہی کافی ہے اور وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ (تابعین)

حضرت امام حسن بصریؒ اسلامی علوم اور اعمال کے لحاظ سے غیر معمولی امتیاز و شہرت رکھتے ہیں، ان کے والدین غلام تھے لیکن وہ اپنے علم وعمل کے باعث آزادوں کے امام اور پیشوا بن گئے تھے۔ آپ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے زیر شفقت پرورش پائی تھی۔ بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا اور ان سے فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں تیرہ چودہ برس کے تھے اور ازواجِ مطہرات کے گھروں میں بے تکلف آتے جاتے تھے، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ میں ان کو مجتہدانہ حیثیت حاصل تھی، علم ظاہر کے ساتھ علم باطن میں بھی کمال حاصل تھا۔ چنانچہ آپ روحانی حلقہ کے امام مانے جاتے تھے۔ صوفیائے کرام میں جو محاسن وخصائص ہونے چاہئیں، وہ آپ میں موجود تھے۔ یونس کا بیان ہے کہ وہ ہمیشہ ملول ومغموم رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مومن کی ہنسی قلب کی

غفلت کا نتیجہ ہے۔ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو فرطِ تاثر سے زار زار رویا کرتے تھے۔ خوف خدا کا ہر وقت غلبہ رہتا تھا۔ چنانچہ یونس بن عبیدہ کہتے ہیں کہ جب آتے تو معلوم ہوتا اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آ رہے ہیں' جب بیٹھتے تو معلوم ہوتا ایسے قیدی ہیں کہ ان کی گردن مارے جانے کا حکم ہو چکا ہے اور جب دوزخ کا ذکر کرتے تو معلوم ہوتا دوزخ انہیں کے لیے بنائی گئی ہے۔

آپ کی مجلس میں آخرت کے علاوہ کسی چیز کا ذکر ہی نہ ہوتا' اشعث کہتے ہیں کہ جب ہم حسن کی خدمت میں حاضر ہوتے تو نہ ہم سے کوئی دنیاوی خبر پوچھی جاتی اور نہ کوئی خبر دی جاتی' بس صرف آخرت کا تذکرہ رہتا۔

آپ فرض اور سنت نمازیں تو لوگوں کے سامنے پڑھتے لیکن آپ کی خاص عبادت کے لیے گوشۂ تنہائی مخصوص تھا۔ اس حالت میں آپ کسی اور ہی کیفیت میں ہوتے۔ حضرت حسن ایک بار مکہ معظمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ امام شعبی نے آپ کے ایک ملنے والے سے' جس کا نام حمید تھا' حضرت حسن سے تخلیہ میں ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے حضرت حسن سے ذکر کیا۔ فرمایا جب چاہیں آئیں۔ چنانچہ امام شعبی ایک روز گئے حمید دروازے پر موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ حسن گھر میں تنہا ہیں اندر چلے جایئے لیکن انہیں تنہا جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ حمید کو ساتھ لے گئے جس وقت یہ دونوں آدمی اندر پہنچے حضرت حسن پر

ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ قبلہ رو بیٹھے کہہ رہے تھے: ''ابن آدم! تیرا وجود نہ تھا تجھے وجود عطا کیا گیا تو نے مانگا تجھے دیا گیا لیکن جب تیری باری آئی تو تو نے انکار کر دیا۔ افسوس تو نے کتنا برا کام کیا۔'' یہ کہتے اور بے ہوش ہو جاتے۔ ہوش میں آتے تو پھر یہی کلمے دہراتے' امام شعبی نے کہا کہ واپس چلو اس وقت شیخ دوسرے عالم میں ہیں۔

حضرت امام زین العابدینؒ حضرت امام حسینؓ کے چھوٹے صاحبزادے تھے' آپ کا نام علی اور لقب زین العابدین ہے۔ کربلا میں یہی زندہ بچے تھے اور اہل بیت کی تمام مصیبتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔

حضرت زین العابدین اطاعت وعبادت اور زہد و ورع کے پیکر تھے۔ حضرت سعید بن مسیّبؒ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین سے زیادہ عبادت گزار اور صاحبِ ورع کسی کو نہیں دیکھا' آپ کا زیادہ تر وقت عبادت وریاضت اور ذکر و فکر میں بسر ہوتا تھا۔ رات اور دن میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے۔ مرتے دم تک آپ کا یہی معمول رہا۔ سفر وحضر کسی حالت میں تہجد ترک نہ ہوتی۔

آپ کے خشوع وخضوع کے متعلق عبداللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا! تم لوگ کیا جانو کہ میں کس کے حضور کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔

نماز کی حالت میں آپ پر ایک استغراقی کیفیت طاری ہوتی چنانچہ آپ

نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو آپ کے خدام بے تکلف باتیں شروع کر دیتے اور باتیں بھی ایسے کرتے جو عام حالات میں آپ کے سامنے زبان پر نہیں لاتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ خدام نے جواب دیا کہ جب حضرت نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کو ہماری گفتگو کی خبر نہیں ہوتی۔

ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ سجدے کی حالت میں تھے کہ پاس ہی آگ لگی۔ لوگوں نے پکارنا شروع کیا۔ اے ابن رسول! آگ لگ گئی! لیکن آپ نے سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس چیز نے آگ کی طرف سے بے خبر کر دیا تھا! جواب دیا: دوسری آگ (آتشِ جہنم) نے۔ (تابعین)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے تابعی اور خاندان امیہ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ آپ ساری ساری رات جاگ کر نماز پڑھتے اور عبادت کرتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آپ کا عام معمول تھا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنی مسجد میں دعا کرتے اور روتے جاتے۔ روتے روتے آنکھ لگ جاتی۔ کچھ دیر میں آنکھ کھلتی تو یہی مشغلہ جاری ہو جاتا۔ حتیٰ کہ دوبارہ سو جاتے۔ ساری رات یوں ہی گزر جاتی ایک رات آپ نے قیامت کے متعلق یہ

آیت پڑھی۔

یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ○ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِہْنِ الْمَنْفُوْشِ ○ (سورۃ القارعہ: ۳۰:۱۰۱: ۴،۵)

اس روز انسان ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنی ہوئی رنگین اون۔

اس آیت کا آپ پر یہ اثر ہوا کہ آپ چیخ مار کر اس طرح گرے گویا جان نکل جائے گی' پھر اس طرح بے حس وحرکت ہو گئے جیسے دم نکل گیا ہے' تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے پھر چیخ مار کر گر پڑے اور گھر بھر میں دوڑ دوڑ کر کہنے لگے۔ ہائے وہ دن جب انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔ صبح تک آپ کی یہی حالت رہی پھر اس طرح گرے جیسے جان نکل گئی ہو۔ یہاں تک کہ موذن کی آواز نے ہوشیار کیا۔ اسی طرح ایک دن نماز میں یہ آیت پڑھی۔

وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ سورۃ الصفت: ۲۳:۳۷: ۲۴)

ان کو ٹھہراؤ کہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔

تو اتنے متاثر ہوئے کہ اسی کو بار بار دہراتے رہے اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

حضرت ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ ایک باخدا تابعی تھے' وہ رات کی تاریکی

میں نماز پڑھتے اور ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ وہ نماز میں اکثر مؤثر اور نصیحت آمیز آیتیں پڑھتے اور ان کی تکرار کرتے ہوئے صبح کر دیتے تھے۔ حضرت ربیع کے غلام کا بیان ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں تہجد کی نماز پڑھنے کھڑے ہوتے جب اس آیت پر پہنچتے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۠ ۝ (سورہ الجاثیہ: ۲۵:۴۵:۲۱)

کیا جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر ٹھہرائیں گے جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے؟ وہ لوگ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں! (تابعین)

تو اسے دہراتے صبح کر دیتے۔

حضرت منصور بن زازان رضی اللہ عنہ حضرت حسن بصریؒ کے ہم جلیسوں میں تھے۔ اس عہد کے ممتاز علماء اور خاصانِ حق میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کا بیشتر وقت عبادت و ریاضت میں بسر ہوتا تھا۔ وہ نفل نمازوں میں قرآن کا بڑا حصہ پڑھ ڈالتے تھے چنانچہ ہشام بن حسان کا بیان ہے کہ ایک بار مغرب اور عشاء کے درمیان منصور کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے دوسری رکعت میں سورہ نحل تک پڑھ ڈالا۔

حضرت منصور پر نماز میں ایسی رقت طاری ہوتی تھی کہ آنسو پونچھتے پونچھتے عمامہ تر ہو جاتا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ مشہور تابعی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نامور شاگرد ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر میں آپ کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس طرح دینی علوم سے مالا مال فرمایا تھا' توفیقِ عمل کی گراں مایہ دولت بھی عطا کی تھی۔ آپ خدا کے خوف سے ہر وقت اشکبار رہتے تھے۔ رات کی تنہائی میں مصروفِ عبادت ہوتے' زار زار روتے' اسی طرح ہر وقت کی گریہ وزاری سے آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا اور بینائی کم ہو گئی تھی' نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ نماز پڑھتے اور کبھی کبھی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر دیتے اور موعظت کی آیات کو بار بار دہراتے۔ سعید بن عبید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ کو امامت کی حالت میں آیت کریمہ:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۙ فِی الْحَمِیْمِ ۙ

(سورۃ المومن: ۲۴: ۴۰: ۷۱)

جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں اور وہ کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے گھسیٹے جائیں گے۔

کو بار بار دہراتے سنا ہے۔

قسم بن ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ان کو آیت:

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔ (سورۂ بقرہ:۳:۲:۲۸۱)

اس دن سے ڈرو جب تم خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔بیس مرتبہ سے زیادہ دہراتے ہوئے سنا ہے۔

حضرت ابراہیم بن یزید التیمیؒ نماز میں کھڑے ہوتے تو آپ کو کسی بات کی خبر نہ رہتی۔آپ پر ایسا کیف واستغراق طاری ہو جاتا کہ سجدے کی حالت میں چڑیاں آپ کی پشت پر بیٹھ جاتیں لیکن آپ کو کچھ خبر نہ ہوتی۔

حضرت مسلم بن یسارؒ بصرہ کے ممتاز تابعی اور فقیہ تھے۔ان کی نماز بڑی ہی محویت اور استغراق کی ہوتی تھی۔ابن عوف کا بیان ہے کہ وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو بے جان لکڑی معلوم ہوتے ان کے جسم اور لباس میں ذرا بھی حرکت نہ ہوتی۔نماز کی حالت میں کسی خطرے کا بھی ان کو احساس نہ ہوتا' وہ ایک بار نماز میں مشغول تھے کہ ان کے پہلو میں آگ لگی اور بجھ گئی لیکن ان کو خبر نہ ہوئی' حضرت مسلم کو بیماری کے سوا کسی دوسری حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا پسند نہ تھا۔کسی نے ان سے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا مسئلہ دریافت کیا۔فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ بیماری کے علاوہ خدا مجھے کسی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھے۔ (تابعین)

حضرت احنف بن قیس بصرہ کے رہنے والے مشہور تابعی اور بنی تمیم کے سرداروں میں تھے۔ایران اور عراق کی فتوحات میں آپ نے خاص طور پر حصہ

لیا تھا' آپ جس درجہ کے مجاہد اور سیاستدان تھے۔ اسی درجہ کے زاہد اور عبادت گزار بھی تھے' رات کے وقت جب دنیا خواب شیریں کے مزے لیتی ہوتی آپ مصروف عبادت ہوتے اور رات کے اسی تنہائی میں اپنے اعمال کا جائزہ بھی لیتے۔

ابو منصور کا بیان ہے کہ احنف کی نماز کا وقت عموماً رات کو ہوتا تھا وہ چراغ جلا کر اس کی لو پر انگلی رکھتے اور نفس کو خطاب کرتے' کہتے تجھ کو فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کرنے پر کس نے چیز نے آمادہ کیا؟

ضعف پیری میں جب کہ قوئی روزے کے متحمل نہ رہ گئے تھے ان کے ایک ملنے والے نے جن کا نام زید تھا کہا' اب آپ کے قوی بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ روزے آپ کو اور کمزور کر دیں گے۔ جواب دیا میں اپنے آپ کو ایک بہت لمبے سفر کے لیے تیار کر رہا ہوں۔''

قرآن کی تلاوت سے خاص شغف تھا۔ جب تنہائی ہوتی تو فوراً قرآن لے کر بیٹھ جاتے ان عبادتوں پر بھی پورا اعتماد نہ تھا۔ خدا سے عرض کیا کرتے تھے خدایا اگر تو میری مغفرت کر دے تو یہ تیری رحمت ہے اور اگر سزا دے تو میں اس کا مستحق ہوں۔''

(تابعین)

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے رعب وجلال سے یہ حالت ہوتی تھی جیسے جسم کا خون خشک ہو گیا ہے۔

حضرت محمد بن منکدر حدیث کے ممتاز حافظ تھے۔ آپ ایک بار نمازِ تہجد میں زار زار روئے، کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا، تلاوت میں یہ آیت آ گئی تھی:

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ O (سورۂ زمر: ۲۴: ۳۹: ۴۷)

اللہ کی طرف سے ان کے لیے عذاب کا وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔

حضرت محمد بن منکدرؒ وفات کے وقت بہت گھبرا رہے تھے۔ لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا: اس آیت میں جو وعید ہے اسی کے پیش آنے سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانی بصرہ کے مشہور تابعی اور حافظ حدیث تھے۔ آپ جس مسجد کی طرف سے گزرتے اس میں نماز ضرور پڑھتے، تہجد کی نماز میں اس آیہ کریمہ کو فرطِ تأثر سے بار بار دہراتے اور زار زار روتے:

اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ —

(سورۂ کہف: ۱۵: ۱۸: ۳۷)

اے انسان تو اس ہستی سے انکار کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے، پھر نطفہ سے پیدا کیا۔

آپ صائم الدہر تھے، روزہ کبھی ناغہ نہ کرتے رات دن میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ کسی شخص میں چاہے ساری دنیا کی بھلائیاں کیوں نہ ہوں لیکن جب تک وہ روزہ نماز کا پابند نہ ہو، وہ عابد نہیں ہو

سکتا۔ (تابعین)

حضرت ثابتؒ نماز میں اس کثرت سے روتے کہ لوگ تعجب کرتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ اس طرح تو آپ کی آنکھیں چلی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا: اگر ان آنکھوں سے رویا نہ جائے تو ان کا فائدہ ہی کیا۔ حضرت ثابت ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ خدایا! اگر کسی شخص کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہوسکتی ہو تو مجھے بھی اس کی اجازت دے دی جائے۔ ابوسنان کا بیان ہے کہ بخدا میں ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے ثابت بنانی کو دفن کیا تھا۔ دفن کے دوران میں قبر کی ایک اینٹ گر گئی' میں اسے اٹھانے کے لیے جھکا تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں' میں نے اپنے ساتھی سے کہا: دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ خاموش رہو۔ جب حضرت ثابت کی تدفین ہو چکی تو میں نے ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کون کون سے اعمال کیا کرتے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیوں دریافت کر رہے ہیں؟ میں نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت ثابت کی صاحبزادی نے کہا کہ وہ پچاس برس سے شب بیداری کرتے تھے اور روزانہ صبح کے وقت دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تو اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی نعمت عطا فرمائے تو مجھے بھی عطا فرمانا۔ (فضائل نماز)

محمد بن نصر مشہور محدث گزرے ہیں آپ پر نماز میں ایسی محویت طاری ہوتی تھی کہ تن بدن کا ہوش نہ رہتا تھا' آپ لکڑی کی طرح بے حس و حرکت

کھڑے رہتے تھے۔ ایک بار حالت نماز میں پیشانی پر ایک بھڑ نے اس زور سے کاٹا کہ خون نکل آیا پھر بھی آپ کے جسم کو حرکت نہ ہوئی۔ خشوع و خضوع میں کوئی فرق آیا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ائمہ اور مجتہدین میں جو مرتبہ ہے اس سے کون واقف نہیں، آپ خشوع و خضوع کے پیکر تھے۔ چنانچہ زائد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت امام کے پیچھے نماز پڑھی، مجھے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ امام صاحب نفل پڑھنے لگے، میں ٹھہر گیا کہ آپ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں۔ جب آپ قرأت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے۔

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ (سورۃ الطور: ۲۶،۲۷:۵۲:۲۷)

جنتی لوگ آپس میں کہیں گے اس سے پہلے جب ہم دنیا میں اپنی بیوی بچوں کے درمیان تھے، خدا کے خوف سے ڈرتے رہتے تھے۔ پھر اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔ تو آپ بار بار اسی آیت کو دہرانے لگے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس وقت بھی آپ کی زبان پر یہ آیت جاری رہی۔ یزید بن کمیت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت امامؒ کے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک ہوا، آپ نے سورہ زلزال پڑھی جو قیامت کے بیان میں ہے اور جس کے آخر میں یہ آیت ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ O وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ O (سورۃ زالزال:۳۰:۹۹:۸-۷)

جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ بھی اس دن اس کے بدلے کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ بھی اس کا بدلہ دیکھ لے گا۔

لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے' میں ٹھہرا رہا۔ امام صاحب ٹھنڈی سانسیں بھر رہے تھے' میں آپ کی یہ حالت دیکھ کر وہاں سے اٹھ گیا' جب صبح کی نماز کے لیے مسجد میں گیا تو دیکھا امام صاحب ابھی تک غمزدہ بیٹھے ہیں۔ داڑھی ہاتھ میں ہے۔ بڑی رقت کے ساتھ کہہ رہے ہیں۔ اے وہ ذات جو ذرہ برابر بدی کا بدلہ دے گی۔ اپنے غلام نعمان کو دوزخ کی آگ سے بچائیو!

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ مشہور محدث گزرے ہیں۔ آپ صوفی بھی تھے اور مجاہد بھی۔ ایک بار جہاد میں آپ ایک کافر سے مقابلہ کر رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے کافر سے نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ اس نے منظور کر لیا۔ آپ نے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ کافر پر آپ کی نماز کا ایسا اثر پڑا کہ وہ آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا۔ حضرت امام مسلمؒ نماز کی حالت میں سراپا محویت بن جاتے تھے۔ آپ کے گرد وپیش کچھ بھی ہوتا آپ کو بالکل خبر نہ ہوتی۔ (کتاب الصلوٰۃ امام احمد)

حضرت عامر بن عبداللہؓ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ان کو دنیا ومافیہا کی

خبر نہ ہوتی۔ آس پاس شوروغل ہوتا رہتا اور ان کو کچھ پتا نہ چلتا۔ ایک بار ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو نماز میں کسی چیز کی خبر بھی ہوتی ہے۔ فرمایا ہاں مجھے اس چیز کی خبر ہوتی ہے کہ ایک روز اللہ کے حضور میں کھڑا ہونا ہوگا اور جنت یا دوزخ دونوں میں سے کسی ایک میں جانا ہوگا۔ پوچھا گیا کہ ہماری کسی بات کی بھی آپ کو خبر ہوتی ہے۔ جواب ملا: مجھے نماز کی حالت میں تمہاری باتوں کی خبر ہونے سے میرے نزدیک کہیں بہتر یہ ہے کہ میرے جسم میں نیزوں کے پھل داخل کر دیے جائیں۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر نماز کی حالت میں آخرت کا منظر ہمارے سامنے پیش ہو جائے جب بھی میرے ایمان و یقین میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ (فضائل نماز)

حضرت عامر بن عبداللہ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی حالت میں آپ کے ایمان بالغیب کا یہ عالم ہوتا تھا۔ گویا سب کچھ آپ کے پیش نظر ہے۔



شوق واہتمام

حضرت سلیمان بن طرخان تیمیؒ بصرہ کے بڑے عابد و زاہد تابعین میں تھے۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھے‘ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ عصر سے مغرب تک تسبیح پڑھتے‘ نماز کے ہر سجدے میں ستر مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے۔ان کے صاحبزادے معتمر بھی باپ کا صحیح نمونہ تھے۔ دونوں باپ بیٹے گھوم گھوم کر رات بھر مختلف مسجدوں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مسعر بن کدامؒ عراق کے ممتاز تابعی اور محدث تھے۔آپؒ کی والدہ ماجدہ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں‘ ان کے فیضِ تربیت نے حضرت مسعر پر بہت اثر ڈالا تھا۔ ان کی ماں بھی مسجد میں جا کر نماز پڑھا کرتی تھیں۔ اکثر دونوں ماں بیٹے ایک ساتھ مسجد جاتے۔ حضرت مسعر نمدہ لیے ہوئے ہوتے تھے‘ مسجد پہنچ کر ماں کے لیے نمدہ بچھا دیتے جس پر کھڑی ہو کر وہ نماز پڑھتیں۔ حضرت مسعر علیحدہ مسجد کے اگلے حصے میں نماز میں مشغول ہو جاتے۔نماز کے بعد آپ ایک مقام پر بیٹھ جاتے اور شائقینِ حدیث آ کر جمع ہو جاتے اور آپ حدیثیں سناتے۔ اس درمیان میں ان کی ماں عبادت سے فارغ ہو جاتیں۔ حضرت مسعر درس ختم

کرنے کے بعد ماں کا نمدہ اٹھاتے اور ان کے ساتھ گھر واپس آتے' ان کے صرف دو ڈھکانے تھے گھر یا مسجد' نماز کی کثرت کی وجہ سے پیشانی پر اونٹ کے گھٹے کی طرح نہایت موٹا گھٹا پڑ گیا تھا۔

حضرت عمرو بن شرحبیلؒ بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے۔ ابن حبان لکھتے ہیں کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ان کے بدن کے جوڑوں پر اونٹوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے۔

حضرت اسود بن یزیدؒ فضل وکمال اور زہد وعبادت کے لحاظ سے کوفہ کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔ تابعین کی جماعت میں آٹھ بزرگ زہد وعبادت میں مشہور وممتاز تھے۔ حضرت اسودؒ کا شمار بھی انہیں میں تھا۔ آپ کا سب سے پسندیدہ مشغلہ نماز پڑھنا تھا' روزانہ سات سو نوافل پڑھتے تھے۔ اول وقت نماز پڑھنے کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ چاہے کسی کام یا کسی حالت میں ہوتے وقت آنے پر سب کچھ چھوڑ کر فوراً نماز ادا کرتے' وقت پر نماز پڑھنے کا اہتمام سفر کی حالت میں بھی ترک نہ ہوتا' راستہ کیسا ہی دشوار گزار ہوتا نماز کا وقت آتے ہی سواری روک دیتے اور نماز پڑھ کر آگے بڑھتے۔

حضرت مسروقؒ ایک محدث گزرے ہیں' ان کی بیوی کا بیان ہے کہ حضرت مسروق اتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھتے تھے کہ ان کی پنڈلیوں پر ہمیشہ ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کی اس جفاکشی پر رویا کرتی تھی۔

حضرت ابراہیم بن یزید النخعیؒ کوفہ کے مشہور تابعین میں تھے۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر علماء اور اصحابِ فضل و کمال سے استفادہ کیا تھا۔ آپ کا شمار حفاظ حدیث میں ہوتا تھا۔ طاعت و عبادت میں خاص ذوق و شغف رکھتے۔ اکثر رات کی تنہائی میں چھپ کر عبادت کرتے۔ عام طور پر خراب و خستہ حال رہنا عباد و زہاد کا امتیاز سمجھا جاتا ہے لیکن حضرت ابراہیم نخعی کا طریقہ بالکل اس کے برعکس تھا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (سورۂ اعراف:۸:۷:۳۱)

ہر نماز کے موقع پر اپنی زینت کر لیا کرو۔

حضرت ابراہیم نخعی اس حکم کی تعمیل اس طرح کرتے کہ شب میں جب عبادت کا ارادہ کرتے تو عمدہ حلہ زیب تن فرماتے' بال سنوارتے' آنکھوں میں سرمہ ڈالتے' عطر لگاتے' اس کے بعد مسجد میں جاتے اور رات بھر نماز و عبادت میں مشغول رہتے۔ نمازِ فجر سے فارغ ہو کر حلہ اتار دیتے اور معمولی لباس پہن لیتے۔ حضرت ابراہیمؒ کی یہ نماز گویا الصلوۃ معراج المومنین کا مصداق تھی' وہ اس تصور سے مسجد میں جاتے اور نماز پڑھتے تھے۔ گویا واقعی خدا کے قرب و حضوری میں حاضری دینے جا رہے ہوں اور حاضری دے رہے ہوں۔ صبح مسجد سے لوٹتے تو شب بیداری اور عبادت کی وجہ سے تھک کر چور ہوتے۔ حضرت اعمش کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی اکثر نماز پڑھ کر ہمارے یہاں چلے آتے' دن

چڑھے تک ان کی یہ حالت رہتی کہ بیمار معلوم ہوتے۔ (تابعین)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ روزانہ رات میں سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ایک دن آپ کہیں سے تشریف لا رہے تھے۔راستہ میں ایک عورت نے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔دیکھو یہ رات میں پانچ سو رکعتیں نماز پڑھتے ہیں۔حضرت امام اعظمؒ نے اس کی یہ بات سنی تو اس دن سے پانچ سو رکعتیں پڑھنے لگے۔آپ کے ایک شاگرد نے پوچھا۔آپ رات کو سوتے نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اب نہ سویا کروں گا۔'' اس نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَالَمْ يَفْعَلُوْا۔ (سورۂ آل عمران:۴:۳:۱۸۸)

منافقین پسند کرتے ہیں کہ ان میں جو خوبیاں نہیں ہیں' ان کے ساتھ ان کی تعریف کی جائے۔

اور میں ان لوگوں میں شامل ہونا پسند نہیں کرتا۔اس کے بعد تیس برس تک آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔کثرت نماز کے باعث آپ کے گھٹنوں پر اونٹوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ صرف دوپہر میں تھوڑی دیر سوتے تھے' فرماتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔حضرت ابو یوسفؒ حضرت امام اعظمؒ کے شاگردِ رشید اور بڑے پائے کے فقیہہ تھے۔آپ اپنے علمی مشاغل کی کثرت

کے باوجود روزانہ دوسو نوافل پڑھا کرتے تھے۔ حضرت بقی بن مخلدؒ روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعتوں میں ایک قرآن شریف ختم کر ڈالتے تھے۔ حضرت امام شافعیؒ ائمہ اربعہ میں سے ہیں' آپ رمضان کے مہینے میں ساٹھ قرآن مجید نماز کے اندر ختم کردیا کرتے تھے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں مقیم رہا۔ آپ شب میں تھوڑی دیر کے لیے سوتے باقی رات نماز میں گزارتے۔ (فضائلِ نماز)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ حق گوئی' ائمہ اور مجتہدین کی امتیازی خصوصیت رہی ہے۔ انہوں نے حق کے مقابلے میں دنیا کے کسی قہر وجلال کی کبھی پروانہیں کی۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی انہیں خاصانِ حق میں تھے۔ خلفائے عباسیہ میں خلیفہ مامون رشید معتزلیوں سے متاثر ہوکر کلام مجید کے مخلوق ہونے کا قائل ہوگیا تھا۔ اس کے جانشین خلیفہ معتصم کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ معتصم چاہتا تھا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی اس عقیدے کو قبول کرلیں مگر آپ اس عقیدے کو سراسر باطل سمجھتے تھے۔ معتصم نے آپ کو اتنے کوڑے لگوائے کہ آپ کا جسم لہولہان ہوگیا اور آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ آپ کو ہوش آیا تو کچھ لوگوں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا میں روزے سے ہوں' روزہ توڑ نہیں سکتا۔ اسحاق بن ابراہیم آپ کو اپنے مکان پر لے آئے۔ مسجد میں ظہر کی اذان ہوئی' جسم زخموں سے چور چور تھا اور

تمام جسم سے خون بہہ رہا تھا لیکن آپ نے اسی حالت میں نماز پڑھی۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کے بدن سے خون جاری ہے۔ آپ کی نماز کیسے ہوئی؟ حضرت امام، امام تھے۔ جواب دیا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کیا۔

حضرت امام کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والدِ بزرگوار دن میں تین سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ آخر وقت میں تازیانوں کی ضرب سے بے حد کمزور ہو گئے تھے۔ پھر بھی رات دن میں ڈیڑھ سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ سات دن میں ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد تھوڑی دیر سوتے پھر اٹھ کر صبح تک نماز پڑھتے تھے۔ آپ تنہائی پسند فرماتے تھے لیکن جماعت کی شرکت کی غرض سے مسجد میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(سیرت امام احمد بن حنبلؒ)



اہتمام جماعت

حضرت سعید بن مسیبؒ مدینہ منورہ کے جلیل القدر تابعین میں تھے۔ آپ جماعت کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ چالیس برس تک اور ایک روایت کے مطابق پچاس برس تک ان کی ایک وقت کی نماز باجماعت ناغہ نہیں ہوئی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں جب لوگ نماز ختم کر کے واپس جارہے ہوں۔

یزید اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے زمانہ میں اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حمایت میں یزید کی بیعت توڑ دی تھی۔ اس وقت یزید کی فوجیں تین دن تک برابر مدینۃ الرسول میں قتل عام کرتی اور لوگوں کو لوٹتی رہیں۔ اس پرآشوب زمانے میں کوئی شخص گھر سے باہر قدم نکالنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ مسجدوں میں بالکل سناٹا رہتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں بھی حضرت سعید بن مسیب مسجد ہی میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ یزید کے خاندان والے انہیں دیکھ کر کہتے۔ ''اس بوڑھے مجنوں کو دیکھو۔ اس حالت میں بھی مسجد جانا نہیں چھوڑتا۔'' آپ نماز باجماعت کے خیال سے علاج اور صحت کے لیے ایسے

مقامات پر نہ جاتے جہاں نماز باجماعت کا انتظام نہ ہو سکتا۔ ایک بار آپ کی آنکھ میں کچھ شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ مدینہ کے باہر عقیق چلے جایئے' وہاں کے سبزہ زار سے آپ کی آنکھوں کو فائدہ پہنچے گا۔ فرمایا رات اور صبح کی نماز کی حاضری کا کیا کروں۔

حضرت عمرو بن دینارؒ مکہ معظمہ کے ممتاز تابعین میں تھے۔ آپ رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ ایک تہائی شب سوتے تھے۔ ایک تہائی میں حدیثیں پڑھتے تھے اور ایک تہائی نماز میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کا گھر مسجد سے کافی فاصلے پر تھا لیکن کبھی نماز باجماعت ناغہ نہ کرتے۔ جب بوڑھے ہو گئے اور چلنے پھرنے کی طاقت باقی نہ رہی تب بھی بالالتزام مسجد ہی میں نماز ادا کرتے۔ سفیان کا بیان ہے کہ بڑھاپے میں لوگ انہیں گدھے پر بٹھا دیتے' وہ اس پر سوار ہو کر مسجد میں جاتے تھے' میں اپنی کمسنی کی وجہ سے ان کو گدھے پر سوار نہ کر سکتا تھا لیکن بعد میں اس قابل ہو گیا تھا۔ میں ان کو ہمیشہ مسجد جانے کے انتظار میں بیٹھا ہوا پاتا تھا۔

حضرت ابراہیم بن زید التیمیؒ ایک صاحبِ کیف وحال تابعی تھے۔ آپ کو نماز باجماعت میں اس قدر اہتمام تھا کہ ترک جماعت تو بڑی بات تھی۔ تکبیرِ اولیٰ بھی فوت نہ ہونے پاتی تھی۔ آپ کا ارشاد تھا کہ جسے تکبیرِ اولیٰ میں سستی کرتے دیکھو اس سے ہاتھ دھو لو۔ گویا حضرت ابراہیمؒ کے نزدیک ایسے شخص میں دین

کے اعتبار سے کوئی خوبی وسعادت نہ تھی جو تکبیر اُولیٰ پانے کا اہتمام نہ کرتا ہو غور فرمایئے پھر جماعت کا تارک آپ کے نزدیک کتنا گیا گزرا ہوگا۔

حضرت اعمشؒ کوفہ کے جلیل القدر تابعین میں تھے۔ قاری' قرآن اور حافظِ حدیث تھے۔ دوسرے دینی علوم میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ فرائض کے خاص طور پر حافظ مانے جاتے تھے۔ طاعت وعبادت میں آپ کا وہ مرتبہ تھا کہ عبادِ وقت میں شمار ہوتے تھے۔ ایک بزرگ خزیبی کا بیان ہے کہ اعمش نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے بڑا عبادت گزار نہیں چھوڑا۔ آپ کو نماز سے اتنا شغف تھا اور اس بارے میں آپ کے اہتمام کا یہ حال تھا کہ ستر سال تک آپ نے جماعت تو کیا تکبیر اولیٰ تک ترک نہ کی۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ اعمش علم نافع اور عمل صالح دونوں کے سردار تھے۔ حق یہ ہے کہ علم انہیں کا علم ہے جنہوں نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا۔

حضرت ربیع بن خثیمؒ ایک باخدا تابعی تھے۔ آپ نماز با جماعت کبھی ترک نہ کرتے۔ آخر عمر میں فالج کے اثر سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے لیکن اس حالت میں بھی جماعت فوت نہ ہوئی۔ کسی نہ کسی کے سہارے مسجد میں پہنچ جاتے اور جب کوئی سہارا دینے والا نہ ہوتا تو وہ خود ہی پاؤں گھسیٹتے ہوئے مسجد میں چلے جاتے تھے' لوگ کہتے تھے ''ابو یزید! اس مجبوری کی حالت میں تو آپ کو گھر پر نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے۔'' آپ فرماتے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی

الفلاح سن کراس کا جواب تو دینا ہی چاہیے۔ خواہ گھٹنوں ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔

حضرت مسلم بن یسارؒ بصرہ کے ممتاز تابعی اور فقیہہ تھے۔ آپ اذان اور جماعت کا اس قدر لحاظ فرماتے تھے کہ اگر کسی دور کی مسجد کی اذان بھی سن لیتے تھے تو اس مسجد میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک روز کسی مسجد سے ہو کر واپس تشریف لے جا رہے تھے' کچھ دور گئے تھے کہ اس مسجد کی اذان سنائی دی۔ اذان سن کر آپ مسجد لوٹ گئے۔ مؤذن نے پوچھا: آپ واپس کیوں چلے آئے؟ جواب دیا تمہاری پکار سن کر۔ مسجدوں میں چراغ جلانا آپ کا خاص مشغلہ تھا اس لیے مسلم الصباح (چراغ جلانے والے مسلم) آپ کا لقب ہو گیا۔ (تابعین)



اولیاءاللہ کی نماز

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اہلِ بیت میں سے ہیں۔ آپ خاندانِ نبوت کے فضائل ومحاسن کا زندہ پیکر تھے۔ حضرت عمرو بن مقدام کا بیان ہے کہ جب میں حضرت جعفر بن محمد کو دیکھتا تو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا کہ وہ نبیؐ کے خاندان سے ہیں۔

حضرت امام جعفرؒ شب وروز عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا کوئی وقت عبادت سے خالی نہ ہوتا۔ حضرت امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ایک زمانے تک آپ کی خدمت میں میرا آنا جانا رہا۔ ان کو ہمیشہ یا تو نماز پڑھتے پایا یا روزے کی حالت میں یا قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے۔ (تابعین)

حضرت ذوالنون مصریؒ نہایت زبردست ولی تھے۔ آپ اس خیال سے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے کہ عبادت میں کسل اور گرانی پیدا ہو جائے گی۔ آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خدا کی جناب میں اس طرح اپنا عجز وبیچارگی پیش کرتے۔

"اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں کس پاؤں سے آؤں؟ اور کس آنکھ سے

قبلہ کی طرف نگاہ کروں؟ اور کس زبان سے تیرے اسرار بیان کروں؟ اور کس صفت کے ساتھ تیرا نام لوں؟ بے سرو سامان ہو کر تیری بارگاہ میں آیا ہوں اور بے بسی کے باعث اس بے شرمی سے تیرے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔" اس کے بعد نیت باندھ کر نماز پڑھتے۔

ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصری کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی، تکبیرِ تحریمہ کے وقت ان کی زبان سے اللہ نکلا تو ان پر جلالِ الٰہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ گویا ان کے بدن میں روح نہیں رہی۔ بالکل مبہوت سے ہو گئے اور جب زبان سے اکبر نکلا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ایک بار عید کی رات میں جب آپ کی خواہش ہوئی کہ کل کھانے میں کوئی لذیذ چیز ہونی چاہیے تو آپ نے دل کو سمجھایا کہ اگر تو اس پر راضی ہو کہ میں دو رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر لوں تو تجھ کو لذیذ چیز میسر ہونی چاہیے۔ دل نے قبول کر لیا۔ آپ نے دو رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا۔ صبح کو لذیذ کھانے کا ایک لقمہ اٹھایا تھا کہ پھر رکھ دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا، جب میں نے کھانے کا ارادہ کیا تو دل نے کہا آج دس برس کے بعد میری مراد پوری ہو رہی ہے۔ میں نے لقمہ رکھ دیا اور کہا کہ خدا کی قسم تیری امید پوری نہ ہو گی۔

حضرت سری سقطیؒ دکانداری کرتے تھے مگر نماز و عبادت کا یہ حال تھا کہ

وگوں کی نگاہ سے بچنے کیلئے دکان پر ایک پردہ ڈال دیا تھا' اسی کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ روزانہ ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ جو خود زبردست ولی کامل تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سری سقطیؒ اٹھانوے برس تک رات کو سوئے نہیں۔ میں نے آپ سے زیادہ عبادت گزار کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت سری سقطیؒ سے سوال کیا۔ سلوک کیا ہے؟ آپ نے پوچھا عام یا خاص؟ اس نے کہا کہ دونوں بتا دیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ عام سلوک تو یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھے' مال ہو تو زکوٰۃ دے' شریعت کے تمام احکام کی اتباع کرے۔ اور خاص سلوک یہ ہے کہ دنیا ترک کر کے اللہ کی عبادت کرے اور سوائے خدا کے کسی سے طالب نہ ہو اور اگر کوئی کچھ دے تو بھی نہ لے۔

حضرت بازید بسطامیؒ عشا کی نماز کے بعد رات بھر اس طرح نماز میں مشغول رہتے کہ چار رکعت نماز ادا کرتے اور سلام کے بعد کہتے' یہ نماز تو قبولیت کے لائق نہ ہوئی' پھر نیت کرتے اور سلام کے بعد پھر یہی کہتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی' صبح کو عرض کرتے خداوندا! میں نے بہتیری کوشش کی کہ ایسی نماز ادا کروں جو تیری بارگاہ کے لائق ہو مگر مجھ سے ادا نہ ہو سکی۔ تیرے بہت سے بندے بے نماز ہیں' انہیں میں میرا بھی شمار کر لے۔

ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ میری اتنی عمر اس تمنا میں گزر گئی کہ کوئی نماز اس

خشوع کے ساتھ ادا کروں کہ حضرتِ حق کی بارگاہ میں قابل قبول ہو مگر اب تک ادا نہ ہو سکی۔

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس گیا وہ عشاء کی نماز کے بعد اپنی عبا میں لپٹ کر ایک کروٹ لیٹ گئے اور صبح تک اسی طرح پڑے رہے نہ پہلو بدلا اور نہ کوئی حرکت کی۔ صبح کو اٹھے اور اسی طرح فجر کی نماز پڑھ لی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' ساری رات پڑے سوتے رہے اور صبح بغیر وضو ہی نماز پڑھ لی؟ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے جواب دیا: ''میں تمام رات کبھی جنت کے باغوں کی سیر کرتا رہا اور کبھی جہنم کی آگ میں ٹھوکریں کھاتا رہا' ایسی حالت میں نیند کہاں؟''

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبادت گزار بندوں کے بارے میں فرمایا ہے:

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ

(سورۂ آل عمران: ۴: ۳: ۱۹۱)

وہ کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اللہ کے ایسے ہی بندوں میں تھے' وہ ساری رات ایک کروٹ پر لیٹے اللہ کو یاد کرتے رہتے۔ اس حالت میں کبھی ان کے سامنے جنت کا نقشہ آتا تھا اور کبھی جہنم کا اور وہ ایمان و بصیرت کے اس مقام پر فائز تھے۔ گویا وہ جنت کی رعنائیوں اور دلآویزیوں اور جہنم کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کر

رہے ہوں۔

اس فضل و کمال کے ساتھ خشوع کا یہ حال تھا کہ نماز پڑھ چکتے تو منہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیتے۔ فرماتے: ''ایسا نہ ہو کہ میری نماز میرے منہ پر ماردی جائے۔'' آپ تمام رات نماز پڑھتے رہتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا: آپ کو نیند کیوں نہیں آتی! آپ نے فرمایا کہ دم بھر آنکھ کے آنسو کم نہیں ہوتے' جس کی یہ حالت ہو اس کے پاس نیند بے چاری کا گزر کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک دن آپ نے کچھ کھانے کو نہ پایا تو والہانہ اظہارِ تشکر کے لیے چار سو رکعت نماز شکرانہ پڑھی۔ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ سات دن تک آپ کے ساتھ یہی معاملہ پیش آتا رہا اور برابر چار سو رکعت نماز پڑھتے رہے۔ گویا جس طرح ہم نماز سے بچنے کے لیے حیلے تلاش کیا کرتے ہیں۔ خاصانِ خدا نماز و عبادت کے لیے حیلے کی تلاش میں رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے تذکرے میں ہے کہ آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہو چکا تھا' والدہ ماجدہ چرخہ کات کر گزارہ کیا کرتی تھیں۔ جس روز فاقہ کی نوبت آتی' ماں کہتیں ''بیٹا'' آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔'' اس مہمانی میں حضرت محبوب الٰہی کو ایسی لذت مل گئی کہ چند روز تک فاقے کی نوبت نہ آتی تو کہتے ''اماں! کئی روز ہو گئے' ہمیں اللہ کی مہمانی نہیں ملی۔''

حضرت سفیان ثوریؒ تین برس تک مسلسل رات بھر جاگ کر عبادت الٰہی

کرتے رہے اور کسی شب دم بھر کے لیے بھی نہیں سوئے۔ جس رات آپ نے وصال فرمایا: لوگوں نے غیبی ندا سنی۔ ''مات الورع' مات الورع'' پرہیز گاری مر گئی' پرہیز گاری مر گئی۔''

حضرت سمنونؒ روزانہ پانچ سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ علامہ زبیدی نے ان کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے بغداد میں چالیس ہزار درہم مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کیے۔ حضرت سمنونؒ نے یہ بات سنی تو کہا درہم تو ہمارے پاس ہیں نہیں ہم یہی کریں کہ ہر درہم کے بدلے ایک رکعت نماز ہی پڑھ ڈالیں۔ یہ کہہ کر وہ مدائن گئے اور وہاں چالیس ہزار رکعت نماز پڑھی۔

ذرا غور کیجیے اس باخدا بزرگ نے بے روپے پیسے کے نیکی میں دولت مندوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کتنا کامیاب طریقہ ایجاد کیا!

حضرت یوسف بن حسینؒ نمازِ عشا کے بعد تمام رات قیام میں گزار دیتے۔ لوگوں نے پوچھا۔ حضرت عشاء کے بعد سے تمام رات صرف قیام میں گزار دینا' کیسی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا ''جب میں قیام کرتا ہوں تو مجھ پر عظمت الٰہی اس طرح غالب ہو جاتی ہے کہ مجھ میں رکوع وسجود کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی۔''

حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چور آیا اور آپ کے کاندھوں سے چادر اتار کر جانا چاہتا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ سوکھ گئے۔ چور

نے خوف زدہ ہو کر چادر آپ کے کندھے پر ڈال دی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے معذرت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی عزت کی قسم، ''مجھ کو نہ اس کی خبر ہوئی کہ کوئی کب چادر لے گیا نہ اس کی کہ چادر کب واپس آ گئی'' پھر آپ نے دعا کی اور چور کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ نے تمام عمر مکہ معظمہ میں بسر کی۔ رات کو بعد نمازِ عشاء نوافل میں صبح تک پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔ آپ تیس برس تک کعبہ کے میزابِ رحمت کے نیچے بیٹھے رہے اور اس زمانہ میں دن میں صرف ایک بار وضو کرتے تھے اور ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت فضل الدینؒ ہمیشہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ ایک دفعہ تنہا فرض نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اس کے متعلق فرمایا کہ ہیبتِ الٰہی سے میرا یہ حال ہو گیا کہ قریب تھا کہ میری جان نکل جائے۔ یہ ہیبت ایسی تھی جو ایسے شخص پر طاری ہو جاتی ہے، جسے بادشاہ کے سامنے فیصلہ کے وقت ایسی حالت میں پیش کیا جائے جب بادشاہ فیصلہ کے لیے بیٹھا ہو اور اس کے پیچھے اس کی فوج سطوت شاہی سے ہیبت زدہ کھڑی ہو۔ آپ نے فرمایا ''میں اپنے کو نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح پاتا ہوں جیسے مجرم شاہی دربار میں پیش ہو، اس پر فردِ جرم ثابت ہو چکی ہو اور بادشاہ نے اس کے بارے میں کسی قسم کی سفارش قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو۔

حضرت ابوالخیرؒ کے ہاتھ میں ایسا پھوڑا نکل آیا تھا کہ ہاتھ کاٹ دینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا' جراحوں نے کہا ہاتھ کٹوا دیجیے۔ آپ اس پر رضا مند نہ ہوئے۔ آپ کے مریدوں نے جراح سے کہا کہ جب نماز پڑھنے لگیں تو تم ہاتھ کاٹ لینا' جراح نے نماز کی حالت میں ہاتھ کاٹ لیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔

حضرت ابواسحاقؒ ابراہیم بن احمد خواصؒ مدینے کی جامع مسجد میں مقیم تھے' وہاں آپ پیچش میں مبتلا ہو گئے اور تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ دن میں ساٹھ بار رفع حاجت کو جاتے اور ہر بار غسل کر کے دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ اسی حالت میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

محمد بن اسحاقؒ ایک باخدا بزرگ حضرت عبدالرحمٰن بن اسودؒ کا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ حج کو گئے' ان کے ایک پاؤں میں تکلیف تھی لیکن وہ عشاء کے بعد ایک ہی پاؤں کے سہارے کھڑے ہو گئے اور صبح تک اسی پاؤں پر کھڑے نماز پڑھتے رہے۔ اسی وضو سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھی۔

حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ جب رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ذوق و شوق کا یہ حال ہوتا کہ ایک ہی رکعت میں سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ مزمل تک پڑھ ڈالتے۔ ایک بار اتفاق سے ایک صاحب آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے تھے' وہ غش کھا کر گر پڑے۔

حضرت قاسم بن راشدؒ مکہ معظمہ کے قریب مقام محصب میں رہتے تھے۔

ایک بزرگ حضرت زمعہؒ ان کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کی بیوی اور بیٹیاں بھی ساتھ تھیں، وہ لوگ رات کو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے' جب رات کا پچھلا پہر ہوتا تو اپنے متعلقین کو زور زور سے آواز دیتے:

''اے مسافرو! کیا تم تمام رات سوتے ہی رہو گے؟ اٹھو چلو۔''

اس پکار پر سب متعلقین بیدار ہو جاتے۔ اس کے بعد کوئی وضو کرنے لگتا' کوئی نماز میں مصروف ہو جاتا۔ کوئی کسی گوشے میں بیٹھ کر خدا کو یاد کرتا اور روتا اور کوئی قرآن مجید پڑھتا۔ جب صبح ہو جاتی تو فرماتے ''رات کے مسافر صبح کو ٹھہر جایا کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَامُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرو۔

حضرت زمعہ اس حکم الٰہی کی تعمیل کرتے تھے۔

حضرت سید محمد عفان جماعت کے اتنے سخت پابند تھے کہ بیماری کی حالت میں بھی جماعت ترک نہ کرتے۔ آخر عمر میں چلنے کی طاقت نہ تھی' اس حالت میں گھسٹتے ہوئے جماعت کی شرکت کے لیے جاتے۔ انتہا یہ کہ مرتے ہوئے بھی جماعت نہ چھوڑی۔ بدن کے نچلے حصے سے روح نکل چکی تھی مگر امام کے پیچھے بیٹھے اشارے سے نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے سلام پھیرا تو آپ کو لٹا دیا گیا۔ اس حالت میں بھی تسبیح جاری تھی اور انگلیوں کی حرکت اس وقت تک جاری رہی

جب تک روح جسم سے جدا نہ ہوگئی۔

حضرت فرقد نجیؒ نے چالیس برس تک صفِ اول میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ ایک مرتبہ آپ کچھ تاخیر کے ساتھ مسجد میں پہنچے۔ پہلی صف میں جگہ نہ مل سکی اور دوسری صف میں نماز ادا کی۔ اس پر آپ کو خیال ہوا کہ لوگوں نے مجھے پہلی صف کی بجائے دوسری صف میں دیکھ کر کیا سوچا ہوگا؟ اس خیال کے آتے ہی آپ نے اپنے نفس سے کہا! اچھا تو اس لیے پہلی صف میں نماز پڑھنے کی کوشش کرتا تھا کہ لوگ تیری عظمت کریں!

آپ نے صرف ملامت نفس ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ گزشتہ چالیس برسوں کی نماز کی قضا ادا کی۔ یہ ہے اللہ کے مخلص بندوں کا کردار۔ ہم کو ان کے اخلاص سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ نفس بڑا دھوکے باز ہے وہ بڑی ہوشیاری سے ہمارے کیے دھرے کو غارت کر دیتا ہے اور ہمیں خبر نہیں ہوتی۔

حضرت حاتم زاہد بلخیؒ سے ایک بزرگ عصامؒ نے پوچھا۔ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ حضرت حاتم نے فرمایا ''جب نماز کا وقت آتا ہے' اول نہایت اطمینان سے وضو کرتا ہوں' پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہوتی ہے اور نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں۔ گویا کعبہ میرے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے۔ داہنی طرف جنت ہے' بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے' پھر شاید

کوئی نماز میسر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں' پھر معنی کو سوچ کر قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ اور اپنے اعمال کے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ حضرت عصامؒ نے پوچھا: کتنی مدت سے ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت حاتم نے کہا کہ تیس برس سے۔

حضرت عصام رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت حاتم کی جماعت فوت ہو گئی جس کا بے حد اثر تھا۔ ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے۔ کہا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا' جماعت کے فوت ہونے پر صرف ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

خیر میمون بن مہرانؒ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ اس نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ خواہ جاڑے ہوں یا گرمی' سفر ہو یا حضر اکثر پچھلی آدھی رات اور کبھی پچھلی تہائی رات میں اٹھ کر اس وقت کی مسنونہ دعائیں پڑھتے' پھر کمال احتیاط کے ساتھ وضو کرتے اور اس کے بعد تہجد میں

مشغول ہو جاتے اور نماز نہایت اطمینان اور حضوریٔ قلب کے ساتھ اس طرح ادا کرتے جو تائید الٰہی کے بغیر عام بشری حالات میں دشوار ہے۔ آپ اکثر تہجد میں سورہ یٰسین پڑھتے۔ کبھی کبھی اسی مرتبہ سورہ یٰسین پڑھنے کی نوبت آ جاتی۔ آخر عمر میں اکثر نمازوں میں ختم قرآن کا شغل رکھتے تھے۔ آپ کے مشہور خلیفہ خواجہ عبدالواحد لاہوری کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت مجدد صاحب نے فرمایا' کیا جنت میں نماز نہ ہوگی؟

کسی نے عرض کیا حضرت جنت تو دارالجزا ہے نہ کہ دارالعمل' پھر وہاں نماز کیوں ہونے لگی! یہ سن کر آپ بڑے درد کے ساتھ روئے اور فرمایا پھر بغیر نماز کے وہاں کیسے گزر ہوگی؟ اللہ اکبر! حضرت مجدد کو نماز میں جو لذت حاصل ہوتی تھی اس کے مقابلے میں ان کے نزدیک جنت کی نعمتیں ہیچ تھیں۔ یہ تھی اپنے مولا کی قربت و حضوری کی لذت۔ انہیں لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ورضوان من اللہ اکبر" ان کے لیے جنت کی نعمتوں سے بھی بڑھ کر ایک چیز ہوگی اور وہ ہے اللہ کی رضا و خوشنودی۔ بلاشبہ جنت کے مالک کی خوشنودی جنت سے بھی بڑی چیز ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ عبادت و ریاضت میں اتنی مشقت برداشت کرتے تھے جو آج کے مادہ پرست اور خدا فراموش زمانے میں کہانی معلوم ہوتی ہے۔ آپ فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے تھے اور جمعہ کی نماز

جامع مسجد میں پڑھا کرتے تھے لیکن باقی نمازوں کے لیے آپ کا حجرۂ عبادت مخصوص تھا۔ رات رات بھر نماز پڑھتے اور آنکھیں نیند سے آشنا نہ ہوتیں' فرمایا کرتے ''دردِ عشق سونے نہیں دیتا۔'' اپنے آقا کے حضور قیام کرتے کبھی رکوع' کبھی سجدہ کرتے۔ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پورا کلام مجید ختم کر ڈالتے۔ شب میں دو سو رکعت آپ کا معمول تھا۔ ان نمازوں میں سورۂ مزمل بھی ذوق وشوق سے پڑھا کرتے تھے۔ سورۂ اخلاص اگر پڑھتے تو ایک ایک رکعت میں سو سو بار پڑھ جاتے۔ خشوع وخضوع کی حالت میں آنکھوں سے آنسو کے چشمے جاری ہو جاتے۔ آپ کی دعائیں بڑے عجز والحاح کی ہوتی تھیں' روتے جاتے اور کہتے جاتے

''الٰہی! ہم تجھ سے وہ ایمان چاہتے ہیں جو تیری مقدس بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل ہو۔ الٰہی ہم تجھ سے اس یقین کے طالب ہیں جس کو لے کر قیامت کے روز ہم تیرے حضور میں کھڑے ہو سکیں۔ الٰہی! ہم تجھ سے ایسی عصمت وطہارت مانگتے ہیں جو ہمیں گناہوں کی غلاظت وناپاکی سے پاک کر دے۔ الٰہی! ہم تجھ سے وہ علم طلب کرتے ہیں جس سے ہم تیرے اوامر ونواہی کو جان سکیں۔ الٰہی! میرے قلب کو نورِ معرفت سے بھر دے۔ میری آنکھوں کو سرمۂ بصیرت عطا فرما۔ ہمیں اس سے بچا کہ ہم اپنی نفسانی خواہش میں مبتلا رہیں۔ ہماری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے۔ اس حالت میں ہمارا رفیق و

کارساز ہو جب اہل جود وسخا ہم سے اعراض کرنے لگیں اور ہماری امیدیں ان سے منقطع ہو جائیں۔ الٰہی! ہم اس حالت سے تیری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم تیرا قرب حاصل ہونے کے بعد زمرۂ مقربین سے نکال دیے جائیں اور تیرے مقبول بندے ہونے کے بعد مردود قرار دے دیے جائیں۔ الٰہی! تو ہمیں عبادت گزار بندوں کے زمرے میں شامل رکھ اور ہمیں توفیق مرحمت فرما کہ ہم تیری حمد وثنا کرتے رہیں۔

شیخ عبداللہ بن ابوالفتح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہم عصر تھے' ان کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا کرتے۔ اگر کبھی وضو ٹوٹ جاتا تو فوراً وضو کرتے اور تحیۃ الوضوء پڑھتے اور ساری رات نماز میں مشغول رہتے۔



خاتمہ

فرقِ مدارج کے اعتبار سے ملت اسلامیہ میں سب سے بڑا درجہ صحابہ کرام کا ہے' ان کے بعد تابعین کا ہے اور ان کے بعد اولیاء و مشائخ کا۔ لیکن عبادت و ریاضت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو صحابہ کرام میں ایک اعتدال پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس تابعین میں عبادت و ریاضت کا زیادہ شغف نظر آتا ہے اور اولیاء و مشائخ تابعین سے بھی زیادہ عبادت و ریاضت میں مشغول و منہمک نظر آتے ہیں۔ لیکن اس سے کسی کو یہ دھوکہ نہ ہونا چاہیے کہ جو حضرات عبادت و ریاضت میں زیادہ تھے وہ مرتبے میں بھی زیادہ تھے۔ قرآن و حدیث نے کھلا فیصلہ کر دیا ہے کہ امت میں سب سے اونچا درجہ صحابہ کرام کا ہے' تابعین کا دوسرا درجہ اور ان کے بعد کے بزرگوں کا تیسرا درجہ ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا مکمل نمونہ صحابہ کرام تھے۔ اسلام دینِ معتدل ہے اور اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کی یہی تعریف فرمائی ہے۔

وجعلنا کم امۃ وسطا

ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا ہے جس کا کام ہر معاملے میں اعتدال

پر رہنا ہے۔

انسانی زندگی کا کارخانہ صحیح نہج پر اسی وقت چل سکتا ہے جب صحابہ کرام کے نمونہ پر عمل کیا جائے۔ بعض صحابہ میں عبادت و ریاضت کا زیادہ شوق تھا' وہ اپنی پوری زندگی رات کی عبادت اور دن کے روزے میں گزار دینا چاہتے تھے' وہ رات رات بھر جاگ کر عبادت کرتے اور روزے رکھتے' لیکن جب آنحضرت ﷺ کو ان کی اس ریاضت اور مشقت کی اطلاع ہوتی تو آپ ان کو اس سے روک دیتے اور اعتدال پر قائم رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بڑے جری اور شجاع تھے۔ غزوہ احد میں بڑی بہادری کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کی تھی' انہیں کی سپہ سالاری میں صحابہ نے ایران کے پایہ تخت مدائن کو فتح کیا تھا۔ آپ عموماً رات کے آخر میں مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت دنیا سے کنارہ کشی کی طرف مائل تھی مگر فرمایا کرتے تھے کہ اگر آنحضرتؐ نے عثمان بن مظعونؓ کو ترک دنیا سے روک نہ دیا ہوتا تو میں اسے اختیار کر لیتا۔ صحابہ کرام کے سامنے آنحضرت ﷺ کی یہی ہدایت تھی۔

امت مسلمہ کا مقصدِ زندگی دنیا سے بدی کو مٹانا' نیکی پھیلانا اور خدا کے بھیجے ہوئے دین کی حفاظت کرنا اور اسے قائم کرنا ہے۔ اور یہ مقصد اس طرح پورا نہیں ہو سکتا کہ مسلمان حجروں اور خانقاہوں میں بیٹھ جائیں اور صرف عبادت و ریاضت کے لیے وقف ہو جائیں۔ صحابہ کرام کی زندگی امت مسلمہ کے مقصد کے عین

مطابق تھی اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی سرکردگی اور معیت میں اپنے اس مقصد کو پورا کر دیا تھا۔ تابعین کے زمانہ میں دین قائم ہو چکا تھا لیکن اسلامی حکومت ایسے لوگوں کے قبضے میں چلی گئی تھی جو دین کے معیار سے ہٹ گئے تھے۔ اس لیے تابعین میں کچھ بزرگوار تو ایسے تھے جو عبادت و ریاضت میں شغف و انہماک کے ساتھ کتاب و سنت کی خدمت بھی کرتے۔ مسلمانوں کے اعمال و اخلاق کو دین کی صحیح راہ پر قائم رکھنے میں بھی کوشاں رہتے۔ برسرِ موقع خلفاء و سلاطین کو پند و نصیحت بھی فرماتے اور وقت آجانے پر حجرۂ عبادت اور درس کو چھوڑ کر جہاد کے لیے بھی نکل کھڑے ہوتے۔ دوسرے لفظوں میں ان کی زندگی ہمہ جہتی تھی۔ لیکن کچھ اور بزرگوار ایسے بھی تھے جو خلفاء و امراء کے طرزِ عمل اور مسلمانوں کی عام روش سے دل برداشتہ خاطر ہو کر صرف عبادت و ریاضت کے لیے وقف ہو گئے تھے۔

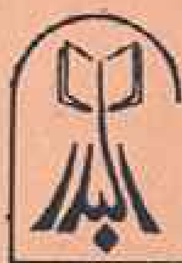
اولیاء و مشائخ کے زمانہ میں مسلمانوں پر دنیا اور بھی غالب آگئی تھی اور مسلمان خلفاء و سلاطین کا حال اور بھی خراب ہو گیا تھا۔ اس لیے بزرگانِ دین میں جو ائمہ و مجتہد تھے، وہ عبادت و ریاضت کے ساتھ تمام تر وقت قرآن و حدیث اور فقہ کی خدمت میں صرف کرتے تھے اور کچھ حضرات خلفاء و سلاطین کے درباروں سے بالکل کنارہ کش ہو کر ذاتی عبادت و ریاضت اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کی اصلاحِ اخلاق اور تزکیہ و تصفیہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اولیاء کرام و صوفیائے عظام کو غیر معمولی شب بیداری، مسلسل و متواتر

روزے اور شدید عبادت وریاضت کی حالت میں پاتے ہیں۔

اس تفصیل ووضاحت کے ساتھ ہمیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ صحابہ کرام اور دوسرے بزرگوں میں عبادت وریاضت کے اعتبار سے جو فرق پایا جاتا ہے اس کے وجوہ واسباب کیا ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اسلامی زندگی کا مکمل نمونہ صحابہ کرام تھے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ نماز کی اصل اہمیت ہر دور میں یکساں رہی۔ اس کی اہمیت خود حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقدس عمل سے سمجھادی تھی اور بتادیا تھا کہ نماز کے بغیر دین اور خدا پرستی کی راہ میں ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاسکتا اور حقیقی نماز وہی ہے جو خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جائے۔ یہی نماز مسلمانوں میں اسلام کی صحیح روح پیدا کرتی ہے۔ ایسی ہی نماز سے مسلمانوں کے اعمال واخلاق سنور سکتے ہیں۔ ایسی ہی نماز سے دل میں خدا کے خوف اور اس کی محبت کی تخلیق ونشوونما ہوتی ہے اور ایسی ہی نماز خدا کے قرب وحضوری اور اس کی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ آج زمانہ پھر مسلمانوں سے مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی میں خشوع وخضوع کی نماز اختیار کریں۔ اس کے ذریعہ اپنے اندر استعداد وصلاحیت پیدا کر کے دین کو صحیح صورت میں قائم کرنے' دنیا سے بدی مٹانے اور نیکی پھیلانے کے لیے اٹھیں۔ اسی طریقہ سے ان پر خدا کا فضل وکرم ہوسکتا ہے۔ ان کی موجودہ ذلت وپستی دور ہوسکتی اور عزت وسربلندی حاصل ہوسکتی ہے۔

ہماری نئی مطبوعات

چند تصویریں	خرم مراد
شہید محراب عمر بن الخطاب	عمر تلمسانی / حافظ محمد ادریس
فی ظلال القرآن	سید قطب شہید / سید حامد علی
اسلام اور جدید ذہن کے شبہات	محمد قطب
سید بادشاہ کا قافلہ	آباد شاہ پوری
ہمارے رسول پاکؐ	طالب ہاشمی
شعورِ حیات	محمد یوسف اصلاحی
مطالعہ حدیث	محمد فاروق خان
ایمان اور اخلاق	عبد الحمید صدیقی
انقلابی کتاب	طاہر رسول قادری



البدر
پبلی کیشنز
۲۳ - راحت مارکیٹ
اردو بازار - لاہور ۲